امام اعظم ابو حنیفہ رحؒ

شہید اہل بیت رضؓ

تالیف

مفتی ابو الحسن شریف اللہ الکوثری

الفاضل و المتخصص فی الفقہ الاسلامی

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر

مکتبہ سلطان عالمگیرؒ

۵لوئر مال اردو بازار لاہور

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.
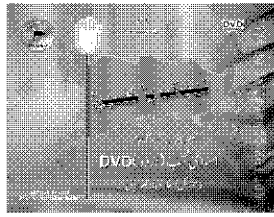
منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

نام کتاب .... امام اعظم ابو حنیفہؒ شہید اہل بیتؑ

نام مصنف .... مفتی ابو الحسن شریف اللہ الکوثری

ناشر .... مکتبہ سلطان عالمگیرؒ لوئر مال لاہور

مطبع .... اولمپیا آرٹ پریس لاہور

طباعت .... بار اول ۱۴۲۷ھ 2006

پیشکش .... حسن 'چینی بابا' دار الحسن سکردو بلتستان

darulhassan_1@yahoo.com Tel: 5831-55504

☆☆☆

امام اعظم ابو حنیفہؒ

شہید اہل بیتؓ

پیش لفظ

امت مسلمہ کی فکری و ذہنی ارتقاء کیلئے عموماً اور علماء و ائمہ امت کے حق میں خصوصاً فکری و تحقیقی جمود و رجعت سم قاتل ہے۔ قرآن کریم میں رحیم و خبیر ذات نے کتنے واقعات بیان کئے ہیں اور بیان واقعہ کا مقصد آنے والے لوگوں کے لئے عبرت اور سبق بتلایا گیا تا کہ واقعات سے امت رہنمائی حاصل کرے۔ اسے ایمان کی قدر و قیمت معلوم ہو بڑے سے بڑے حکمرانوں جن میں سے مسلمان اور کافر دونوں تھے ان کا ذکر اور ان کی دیندار عوام اور قیادت سے چپقلش اور تصادم کا ذکر بھی قرآن و حدیث کا موضوع سخن رہا ہے تا کہ اہل ایمان ان تصادم و چپقلش سے برآمد ہونے والے اسباق سے ایمان کی قدر اور عزیمت کی راہ تلاش کریں اور انہیں عبرت کا ساماں میسر ہو۔

امام اعظم کو بھی اپنی حیات طیبہ میں اپنے وقت کے دو بڑے حکمران خاندانوں سے واسطہ ہوا اور دونوں کا ایک دوسرے سے انتہائی بعد و نفرت پائی جاتی تھی اصحاب عزیمت اصلاح و ارشاد کیلئے خاندانی حکومتوں کے یہ ادوار جو کہ امام صاحب نے دیکھا بہت ہی صبر آزما رہا۔ امام صاحب کی ان حکمرانوں سے چپقلش خالص دینی بنیادوں پر کئی عشروں تک جاری رہی یہاںتک کہ آپ کی شہادت ہوئی آپ کی شہادت کے اسباب کے بیان میں بھی روایتی جمود اور تغافل سے کام لیا گیا ہے پیش نظر کتاب میں امام اعظم کے خون ناحق جس قیمت پر بہایا گیا اس قیمت بیش بہا کی تحقیق، تعین مقصود ہے۔

پیش نظر کتاب ایک خالص تحقیقی کاوش ہے اور عاجز کو اپنی کم علمی اور کم ہمتی کا پورا احساس ہے لیکن باوجود محدود ذرائع کے مقدمہ کے مضبوطی کیلئے معتبر ترین اور مستند ترین قدیم و جدید کتب سے استفادہ کیا گیا ہے اور توقع ہے کہ "مقدمہ شہید اہلبیت" کیلئے ہزاروں شواہد انکشاف کے انتظار میں اوراق کتب میں مدفون ہوں گے۔ مطالعہ اور تحقیقی ذوق سلیمہ رکھنے والے احباب و اہل علم سے التجا ہے کہ شواہد ملنے پر عاجز سے علمی تعاون فرماویں۔

پیش نظر کتاب کے تیاری میں جملہ اغلاط اور نقائص دور کرنے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے لیکن

بتقاضائے بشریت غلطیوں کا امکان رہتا ہے۔ بالخصوص اردو زبان دانی میں کیونکہ میری مادری زبان اردو نہیں ہے۔
قارئین متنبہ فرما کر علمی ذمہ داری پوری فرماویں۔

الغرض پیش نظر عجالہ میں اگر کسی کو محاسن نظر آئیں تو یہ ان کی برکت ہے جن کے ذکر میں کتاب لکھی گئی ہے اور سیدی و سندی مرشد العلماء محبوب الصلحاء حضرت شاہ سید نفیس الحسینی دامت فیوضھم کے توجہات کاملہ کا کرشمہ ہے اور کتاب کا نام بھی آپ نے ہی تجویز فرمایا اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول فرمالے اور بندہ کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے اور ہمارے دلوں کو محبت رسول ﷺ، صحابہ واہل بیت کا مسکن و مدفن بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین و بحرمۃ الطیبین الطاھرین وأصحابه أجمعين

امام اعظم ابوحنیفہؒ شہید اہل بیتؓ

بو حنیفہؒ افقہ اہل زماں
ہیں شہید آل سرکار جہاں

عاشق آل محمدؐ مصطفیٰ
بوحنیفہؒ پیشوائے سنیاں

مرتضیٰؓ و فاطمہؓ و ابنا ہماؓ
سب سے الفت اور محبت تھی عیاں

باقرؒ و جعفرؒ کے ہیں تلمیذ آپ
مجتہد ہیں گرچہ اعظم کامراں

آپ شاگرد رشید زید بھی
یعنی ہیں شاگرد ساداتِ زماں

حامی زیدؒ و براہیمؒ وزکیؒ
حامی آل نبیؐ و اہل شاں

آپ کو محبوب اتنے اہل بیتؓ
خارجی ناراض رہتے بے گماں

قتل کے درپے رہا منصور بھی
وجہ وعلت حُبِّ سید زادگاں

بو حنیفہؒ کی شہادت قید میں
حب آل مصطفیٰ کی داستاں

پیروی میں آپ کی محسن[1] کا دل
حب اہل البیتؓ کا ہو آشیاں

---

[1] مداح صحابہ و اہل بیت شاعر اہل سنت حضرت مولانا شیخ الحدیث احسان اللہ محسن دامت برکاتہم فاضل متخصص جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مہتمم جامعہ صدیقیہ حنفیہ براہ چلو بلتستان۔

انتساب

بہار گلشن اہل بیتؓ سبطؓ رسول ﷺ سردار جوانان جنت، شہید مظلوم سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور خاندان نبوت کے 16 پاکیزہ روحوں سمیت 72 شہداء کربلا کے نام جنہوں نے امت کو حریت فکر اور عزیمت و استقلال، وفا اور قربانی کا لازوال درس دیا

رضی اللہ عنہم و رضوا عنہُ

اے صبا اے پیک دور افتادگاں
اشک ما بر خاک پاک او رساں

خاکپائے سادات

مفتی ابوالحسن شریف اللہ الکوثری

فاضل و المتخصص فی الفقہ الاسلامی

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

رئیس

دار الافتاء والقضاء

الجامعۃ الاسلامیہ سیلائٹ ٹاؤن

سکردو بلتستان

حرفِ نفیس

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ
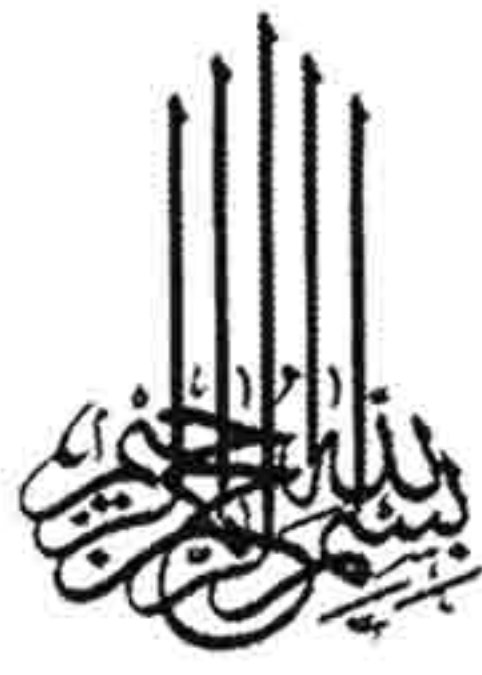
پیش نظر کتاب " شہید اہلبیت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ " کے موٗلف مولانا مفتی شریف اللہ علاقہ بلتستان کے رہنے والے ہیں، جامعتہ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاون کراچی کے فارغ التحصیل ہیں وہاں سے افتاء کا تخصص بھی کیا ہے، حنفی المسلک اور اہلبیت و صحابہ کرام سے غایت درجہ محبت و عقیدت رکھنے والے ہیں، پاکستان میں ناصبی رجحانات کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سدباب کیلئے انہوں نے حمیت اسلامی کے تحت یہ کتاب ترتیب دی ہے۔

مسلک اہلسنت والجماعت کی کامیاب ترجمانی کی ہے مستند حوالوں سے انہوں نے اپنی کتاب کو اہل علم و فضل کے سامنے پیش کیا ہے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی اہلبیت کرام سے محبت انکی تحقیق کا مرکزی نقطہ ہے امام ابو حنیفہ بجا طور پر شہید اہلبیت ہیں انہوں نے ہشام بن عبدالملک اموی کے خلاف حضرت امام زید بن علی زین العابدین حسینی رضی اللہ عنہما اور جعفر منصور عباسی کے مقابلے میں حضرت محمد ذوالنفس الزکیہ اور انکے بھائی ابراہیم حسنی رضی اللہ عنہما کا جرآت و پامردی سے برملا ساتھ دیا حتی کہ منصب شہادت پر فائز ہوئے۔

امام ذہبی نے برحق لکھا ہے

"بیان کیا جاتا ہے کہ خلیفہ منصور نے انکو زہر دیا تھا (حضرت محمد ذوالنفس الزکیہ کے بھائی) ابرہیم کا ساتھ دینے کی وجہ سے انہوں نے شہادت کی موت پائی" نیز دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی اسکو بیان کیا ہے،

اللہ تعالی موٗلف عزیز مولانا مفتی شریف اللہ صاحب کی عمر شریف اور علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور آخرت میں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت اور صحابہ کرام کے ساتھ محشور فرمائے۔ آمین

احقر

سید نفیس الحسینی

از: حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ

اقتباس

امام صاحب کو اپنے زمانہ کے حکمرانوں کے ہاتھوں بڑی تکلیف اٹھانی پڑی تھی، اموی دور میں امیر عراق ابن ہبیرہ نے آپ کو عہدۂ قضا پیش کیا اور انکار پر ایک سو دس کوڑے اس طرح رسید کئے کہ روزانہ ایک گھوڑ پر لیجا کر دس کوڑے مارے جاتے تھے اور امام صاحب انکار کرتے تھے، اس کے بعد عباسی دور میں پھر ان کو عہدۂ قضا پیش کیا گیا اور انکار پر زہر دیدیا گیا۔

عہدۂ قضا قبول نہ کرنے پر کوڑے مارنے یا زہر دیکر جان لینے کی اندرونی وجہ کچھ اور تھی، امام صاحب کے نزدیک اموی اور عباسی امراء اسلام کے جادۂ مستقیم سے دور تھے اور ظلم و جور میں تعاون کے مترادف تھا، اس دور کے محتاط اہل علم وفضل کا یہی رویہ تھا اور وہ ان حکومتوں میں کسی قسم کا عہدہ لینا معصیت سمجھتے تھے، امراء و خلفاء ان کے رویہ سے غیر مطمئن اور خائف رہا کرتے تھے، اور کسی بہانہ سے اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کرتے تھے، بڑے بڑے عہدے اور بھاری بھاری رقمیں پیش کرکے ان پر دباؤ ڈالتے تھے، یہی صورت حال امام صاحب کے ساتھ تھی، امام صاحب ان کے مقابلہ میں علوی دعاۃ کے حق میں تھے، اسی لئے ابوجعفر منصور نے عہدۂ قضاء قبول نہ کرنے کے بہانے سے جیل خانہ میں زہر دلوادیا۔

خطیب بغدادی نے زفر بن ہذیل کا بیان نقل کیا ہے کہ ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابو طالب قتیل باخمریٰ کی دعوت وخروج کے زمانہ میں امام صاحب نہایت زور وشور سے ان کے موافق بات کرتے تھے، میں نے ان سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہماری گردنوں میں رسّی ڈلوا کر ہی خاموش ہوں گے، اسی حال میں ابوجعفر منصور کا پیغام امیر کوفہ عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس آیا کہ ابوحنیفہ کو ہمارے پاس بھیجدو، چنانچہ امام صاحب کو بغداد لیجایا گیا، جہاں پندرہ ۱۵ دن تک وہ زندہ رہے، پھر ان کو زہر دیا گیا اور انتقال کر گئے۔[1]

ابراہیم بن عبداللہ نے اپنے بھائی محمد النفس الزکیہ کے قتل کے بعد بصرہ خروج کرکے اپنی دعوت دی، ابوجعفر منصور نے اپنے چچازاد بھائی اور امیر کوفہ عیسیٰ بن موسیٰ کو لکھا اور وہ پانچ ہزار فوج لے کر آیا، کوفہ کے قریب مقام باخمریٰ میں مقابلہ ہوا، اور ابراہیم بن عبداللہ معرکہ میں کام آئے، یہ واقعہ ۱۴۵ھ کا ہے، امام صاحب ابراہیم بن عبداللہ کے ہمنواؤں اور طرفداروں میں تھے، ذہبی نے لکھا ہے۔

وقدرُوی ان المنصور سقاہ السمّ فمات شہیدًا رحمہ اللہ لقیامہ مع ابراھیم[2]

بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ منصور نے ان کو زہر دیا تھا اور ابراہیم کا ساتھ لینے کی وجہ سے انھوں نے شہادت کی موت پائی۔

نیز دوسرے تذکرہ نگاروں نے اس کو بیان کیا ہے۔

---

[1] تاریخ بغداد، ج ۱۳ ۳۲۹، ۳۳۰۔ [2] العبر ج ۱ ۲۱۳

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مودّۃ القُربیٰ

الحمدللّٰہ ربّ العلمین و العاقبۃ للمتّقین و الصّلواۃ و السّلام علی رسولہٖ خاتم النّبیّین و علی اٰلہ الطیّبین الطاھرین وعلی أصحابہ أجمعین

اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ترین دین اسلام ہر کام میں اعتدال کا علمبردار ہے چنانچہ عقیدت اور محبت میں اعتدال کی تعلیم دیتا ہے۔ پہلی امتوں کی تاریخ کا مطالعہ کریں تب بھی اور اس امت مرحومہ کی تاریخ دیکھیں ہر دو صورت میں لوگ مختلف برگزیدہ شخصیات کے بارے میں افراط اور تفریط کا شکار ہو گئے۔ ایسے لوگ حقیقت میں جذبہ عقیدت و محبت اور نفرت و عداوت میں اعتدال کی راہ سے بھٹک گئے۔ یہی فکری کج روی امت مرحومہ میں انتشار کا سبب بنی گو کہ اس المیہ میں غیروں کی فکری غارت گری بھی شامل تھی لیکن بنیادی سبب لوگوں کی حد سے بڑھی ہوئی عقیدت تھی۔ اس کی واضح مثال رسالت پناہ ﷺ کی زبان مبارک سے امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں ارشاد فرمائی ہوئی حدیث ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

یا علی یدخل النار فیك رجلان محبّ مُفرط و مُبغض مُفرط کلاھما فی النار [1]۔

ترجمہ: فرمایا اے علی آپ سے متعلق دو آدمی جہنم میں جائیں گے ایک وہ شخص جو آپ سے محبت میں افراط کا شکار ہوگا اور دوسرا وہ جو آپ سے نفرت میں تفریط کا شکار ہوگا۔

اہل سنت مسلک اعتدال

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ:

’’پس حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی محبت میں افراط وتفریط کے درمیان جن کو رافضیوں اور خارجیوں نے اختیار کیا ہے۔ اہل سنت والجماعت متوسط ہیں اور شک نہیں

[1] مسند ابو یعلیٰ الموصلی ۴۲۳ استجلاب ۲۰۱

کہ حق وسط میں ہے اور افراط وتفریط دونوں مذموم ہیں۔

مثیل عیسٰیؑ

حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر المومنینؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے علی تجھ میں عیسیٰؑ کی مثال ہے جن کو یہودیوں نے یہاں تک دشمن سمجھا کہ ان کی ماں پر بہتان لگایا اور نصاریٰ نے اس قدر دوست رکھا اور ان کو اس مرتبہ تک لے گئے جس کے وہ لائق نہیں تھے یعنی ابن اللہ قرار دیا۔ پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو شخص میرے حق میں ہلاک ہوں گے۔ ایک وہ جو میری محبت میں افراط کرے گا اور جو کچھ مجھ میں نہیں میرے لیے ثابت کرے گا اور دوسرا وہ شخص جو میرے ساتھ دشمنی کرے گا اور عداوت میں مجھ پر بہتان لگائے گا پس خارجیوں کا حال یہودیوں کے حال کے موافق ہے اور رافضیوں کا حال نصاریٰ کے حال کے موافق کہ دونوں وسط حق سے برطرف جا پڑے ہیں وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہل سنت والجماعت کو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے محبین میں سے نہیں جانتا حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی محبت رفض نہیں ہے امام شافعی مطلبی فرماتے ہیں۔

لو کان رفضاً حبّ آل محمّدٍ
فلیشهد الثقلین انی رافضی

اگر آل محمد ﷺ سے محبت رفض ہے تو انس و جن گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی صورت پیش آکر رہی۔ جیسا کہ زبان رسالتؐ نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ یہی افراط وتفریط والی صورتحال آپؓ کے بعد آپؓ کی اولاد اطہار کے بارے میں بھی پیش آتی رہی۔ چنانچہ ان افراط وتفریط کے شکار لوگوں کے فکری فتنہ بازیوں اور چیرہ دستیوں نے اہل بیت اطہار

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دو انتہاؤں کے طور پر پیش کیا۔ حالانکہ قرآن مقدس' زبان رسالت' ارشادات صحابہ اور کردار صحابہ اور خود اکابر اہل بیت کے ارشادات ان کے ان مزعومہ باطل خیالات کی صراحتاً نفی کرتے ہوئے ان کو آپس میں محب ومحبوب' امام ومقتدی' امیر ومشیر' اور انتہائی قریبی رشتہ دار بتلاتے ہیں۔

آنے والی سطور میں بیان کیا جائے گا کہ سواد اعظم اہلسنت کے عقیدہ کے مطابق صحابہ و اہلبیت یکجان و دو قالب ہیں۔ حضور کی جانثار جماعت ان دونوں سے مکمل ہوتی ہے ان کے درمیان نہایت ہی مضبوط تعلقات قائم رہے اور ان کے دل ایک دوسرے کی محبت وعقیدت سے معمور رہتے تھے جن کے شواہد لاتعداد ہیں بالخصوص اہل بیت کا وہ مقام جو اہل سنت کے ہاں ہے۔ چند نمونے پیش کے جائیں گے۔ اس مبنی برحق معتدل عقیدے کی خاطر جابرہ وقت کے ہاتھوں شہید ہونے والے اولوالعزم شخصیت استقامت کے پہاڑ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ شہید اہل بیت کو پیش آمدہ مصائب اور ان کے اسباب کی نشاندہی کی جائے گی تاکہ لوگوں کو اعلائے کلمۃ الحق کی قدر وقیمت معلوم ہوسکے اور ان کے اندر بھی وہ جذبہ بیدار ہوجائے جس جذبے نے امام اعظم کیلئے بنوامیہ اور بنوعباس کے جابر حکمرانوں کے کوڑے پھول اور زہر ہلاہل قند شیریں محسوس ہوتا تھا۔

اللھم وفقنا لما تحب و ترضی

تحقیق آل واہل:

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں حضور کے گھرانے اور اولاد کے لیے پانچ الفاظ' آل' اہل بیت' ذوی القربیٰ عترۃ' ذریۃ خصوصیت سے استعمال ہوئے ان میں سے آل اور اہل بیت بکثرت استعمال ہوئے ہیں۔ محققین لغت کے نزدیک آل بھی اہل سے منقلب ہوکر بنا ہے اور بعض آل کے اصل کو اول قرار دیتے ہیں لفظ آل شرافت کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے اور معرفہ کے طرف مضاف ہوتا ہے اور اہل نکرہ کے طرف مضاف ہوتا ہے۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی معرکۃ الآرا تصنیف معارف الحدیث میں ''درود شریف میں لفظ آل کا مطلب'' کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

اس درود شریف (درود ابراہیمی) میں ''آل'' کا لفظ چار دفعہ آیا ہے۔ ہم نے اس کا

ترجمہ گھرانے والوں کا کیا ہے عربی زبان اور خاص کر قرآن و حدیث کے استعمالات میں کسی شخص کی ''آل'' ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ان لوگوں کے ساتھ خصوصی تعلق رکھتے ہوں۔ خواہ یہ تعلق نسب اور رشتہ کا ہو جیسے ان کے بیوی بچے یا رفاقت اور عقیدت و محبت اور اتباع کا جیسے کہ اس کے مشن کے خاص ساتھی اور محبین ، متبعین اس لیے نفس لغت کے لحاظ سے یہاں آل کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگلے ہی نمبر پر اسی مضمون کی حضرت ابوحمید الساعدی کی جو حدیث درج کی جارہی ہے اس میں درود شریف کے جو الفاظ ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ''آل'' سے ''گھرانے والے'' مراد ہیں یعنی آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی نسل و اولاد، اور جس طرح ان کو رسول اللہ کے ساتھ خصوصی قرابت و جزئیت اور زندگی میں شرکت کا خاص شرف حاصل ہے (جو دوسرے حضرات کو حاصل نہیں ہے اگر چہ وہ درجہ میں ان سے افضل ہوں) اسی طرح یہ بھی ان کا ایک مخصوص شرف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان پر بھی درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ ازواج مطہرات وغیرہ جو لفظ ''آل'' کے مصداق ہیں' امت میں سب سے افضل ہوں۔ عند اللہ افضلیت کا مدار ایمان اور ایمان والے اعمال اور ایمانی کیفیت پر ہے جس کا جامع عنوان تقویٰ ہے۔ ان أکرمکم عند اللہ أتقاکم اس کو بالکل یوں سمجھنا چاہیے کہ ہماری اس دنیا میں بھی جب کوئی مخلص محبّ اپنے کسی محبوب بزرگ کی خدمت میں کوئی خاص مرغوب تحفہ اور سوغات پیش کرتا ہے تو اس کے پیش نظر خود وہ بزرگ اور ان کے ذاتی تعلق کے بنا پر ان کے گھر والے ہوتے ہیں اور اس مخلص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ یہ تحفہ ان بزرگ کے ساتھ ان کے گھر والے یعنی اہل و عیال بھی استعمال کریں۔ کسی کے ساتھ تعلق و صحبت کا دراصل یہ فطری تقاضا ہے۔ درود شریف بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک تحفہ اور

سونات ہے۔ اس میں آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ آپ کے خاص متعلقین یعنی اہل وعیال کو بھی شریک کرنا بلاشبہ آپ ﷺ کی محبت کا تقاضا ہے اور اس سے آپ ﷺ کے قلب مبارک کا بہت زیادہ خوش ہونا بھی ایک فطری بات ہے۔ اس کی بنیاد پر افضلیت اور مفضولیت کی کلامی بحث کرنا کوئی خوش ذوقی کی بات نہیں ہے۔ بہر حال اس عاجز کے نزدیک راجح یہی ہے کہ درود شریف میں آل محمد ﷺ سے آپ کے گھر والے یعنی ازواج مطہرات اور ذریت مراد ہے اور اسی طرح سے آل ابراہیم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم کے گھر والے! قرآن مجید میں حضرت ابراہیم کی زوجہ مطہرہ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے **رحمة الله و بركاته عليكم أهل البيت إنه حميد مجيد** بلاشبہ آل ابراہیم وہی ہیں جن کو اس آیت میں اہل البیت فرمایا گیا ہے [1]

آل و اہل کے مصداق

محققین میں آل و اہل سے مراد و مصداق میں علمی اختلاف ہوا ہے لیکن جمہور محققین ومحدثین وفقہا کے نزدیک حضور ﷺ کے آل اور اہل میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کا شامل ہونا متفق علیہ ہے۔

حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

> "بعد اللتيا والتي قد اتفق جمهور العلماء من السلف والخلف على دخول أولاد الفاطمة رضي الله عنها و أولاد أولادها وإن سفلوا في ذرية النبي وأبنائه ولا عبرة بما حكي من إنكار بعض بني أمية و ولا تهم عن ذالك و جمهور العلماء يتمسكون في ذالك بكتاب الله و سنة رسول الله ﷺ بأقوال السلف في هذا الموضوع. [2]

یعنی تحقیق وتفحص کے بعد جمہور علماء قدیم وجدید سب اس پر متفق ہیں کہ حضرت فاطمہؓ اور ان کی اولاد اور ان کی اولادوں کی اولادیں جتنی بھی نسل پھیل جائے وہ سب حضور ﷺ کی ذریت اور اولاد میں سے ہیں اور اس باب

---

[1] معارف الحدیث ۲۷۴/۷ [2] المنہج السہل ۲۳۰

میں بعض بنوامیہ اور ان کے حکمرانوں کی رائے اور خیالات کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور جمہور کیلئے قرآن و سنت میں ہزاروں دلائل دستیاب ہیں۔ مسند احمد میں اُم المومنین طیبہ طاہرہ سیدہ عائشہؓ کی روایت موجود ہے فرماتی ہیں۔

"أقبلت فاطمة تمشي كانت مشيتها مشية رسول الله ﷺ فقال مرحباً بابنتي ثم أجلسها عن يمينه أوعن شماله ثم أنه أسر إليها حديثا فبكت فقلت لها إستحضك رسول الله ﷺ حديثه ثم تبكين ثم أنه أسر إليها حديثا فضحكت فقلت ما رأيت كا ليوم فرحا أقرب من حزن فسألتها عما قال فقالت ماكنت لأفشي سرّ رسول الله ﷺ حتى إذا قبض النبي ﷺ سألتها فقالت أنه أسرا إليّ فقال إن جبرائيل عليه السلام كان يعارضني بالقرآن في كل عام مرّة و أنهٗ عارضني به العام مرتين ولا أراه إلا قد حضر أجلي و إنك أوّل أهل بيتي لحوقابي و نعم السلف أنا لك فبكيت لذالك ثم قال الا ترضين ان تكوني سيدة نساء هذه الأامة انساء المومنين قالت فضحكت لذالك"[1]

ترمذی میں حضرت ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے بھی یہ روایت مروی ہے اور مستدرک حاکم میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے۔

ان روایات میں جو باتیں واضح ہوتی ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ حضرت فاطمہؑ کا انداز تکلم اور چلنا بالکل حضور ﷺ کی طرح تھا۔

۲۔ حضور اکرم ﷺ کو حضرت فاطمہ سے نہایت قلبی تعلق تھا اس لیے کھڑے ہوکر اور والہانہ انداز و الفاظ سے استقبال کرتے تھے۔

۳۔ اپنی بارے میں اس اہم راز کو صرف آپ پر ہی اختیار فرمایا۔

۴۔ اور آپ کو اپنے اہل میں سے فرمایا اور سب سے پہلے آپ سے آملنے کی اطلاع دی اور جہان بھر کی عورتوں کی سردار فرمایا۔

---

[1] مسند احمد ۲۸۲/۶

اولادِ علی اولادِ رسولؐ ہے

جب آیت مباہلہ" تعالوا ندع أبنائنا و أبنائکم" نازل ہوئی تو حضورﷺ نے حضرت فاطمہؑ اور ان کے دونوں بیٹوں حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کو بلایا اور ساتھ لے کر مباہلہ کو نکلے۔ بخاری شریف میں مروی حدیث شریف جس میں حضورﷺ نے حضرت حسنؓ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تھا "ان إبنی هذا سید" اس میں آنحضرتﷺ نے حضرت حسنؓ کو اپنا بیٹا فرمایا۔

معجم طبرانی میں حضرت ابن عمرؓ سے مرفوع روایت ہے کہ

"کل بنی أنثیٰ فإن عصبتهم لأبیهم ما خلا ولد فاطمة فإنی أنا عصبتهم وأنا أبوهم"[1]

حدیث مبارکہ میں حضور اکرم نے خود کو حضرت فاطمہؓ کی اولاد کا عصبہ اور والد کہا ہے۔

کتب حدیث میں آنحضرتﷺ سے یہ ارشاد بھی منقول ہے جو آپ نے حضرات حسنینؓ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا" کہ أولادنا أکبادنا" ہماری یہ اولاد ہمارے دل کے ٹکڑے ہیں۔

خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب جنگ صفین میں حضرت حسنؓ جنگ میں فطری بہادری کے سبب بڑھ بڑھ جاتے تھے تو حضرت علیؓ لوگوں سے فرماتے کہ اس لڑکے کو روکو کہیں یہ شہید ہوگیا تو حضورؐ کی نسل ہی منقطع ہوجائے گی۔

امام یعمر کی جرأت اور قوت استدلال:

امام الکلام فخر الدین رازیؒ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں یہ عبرت آموز واقعہ لکھا ہے۔

"امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ میں حجاج بن یوسف کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ مشہور تابعی فقیہ و امام ابوجعفرؒ یحیٰ بن یعمرؒ خراسانی کو بیڑیوں میں پابجولان لایا گیا۔ حجاج نے امام

---

[1] معجم الطبرانی ۴۴/۳

صاحب سے کہا کہ کیا تو سمجھتا ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ حضور ﷺ کی اولاد میں سے ہیں تو امام نے فرمایا ہاں۔ حجاج نے پھر کہا کہ تو کتاب اللہ سے اپنے دعوی پر واضح **دلیل** پیش کر ورنہ تمہارے ایک ایک عضو کو کاٹا جائے گا تو امام نے فرمایا کہ میں کتاب اللہ سے واضح اور بین **دلیل** دوں گا اے حجاج۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ میں ان کی جرأت پر حیران ہوا جب انہوں نے حجاج کو اے حجاج کہہ کر مخاطب کیا۔ حجاج نے کہا لیکن آپ یہ آیت ''تعالوا ندع أبنائنا'' پیش نہ کریں۔ حضرت امام نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے کتاب اللہ سے اس سے بھی واضح **دلیل** لاؤں گا اور وہ یہ آیت ہے۔ ''**ونوحاً هدينا من قبل و من ذريته داؤد و سليمان۔ وذكريا و يحى و عيسىٰ الاية**'' پس عیسیٰ کے والد کون ہیں جب کہ اللہ نے ان کو حضرت نوح کی اولاد میں سے قرار دیا۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے اس جواب پر حجاج شرمندگی سے پسینے میں شرابور ہوگیا پھر سر اٹھایا اور کہا کہ ایسا لگتا ہے گویا میں نے یہ آیت کبھی نہیں پڑھی پھر حکم دیا کہ ان کی بیڑیاں کھول دیں۔[1]

مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیرؒ بھی حجاج اور بنو امیہ کے مظالم کا شکار ہو کر شہید ہوئے سبب یہی تھا کہ ان کی عقیدتیں آل رسول ﷺ کے ساتھ تھیں جیسا کہ آیت مودۃ القربیٰ کی تفسیر میں ان کے طبعی میلان کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت سیدنا موسیٰ کاظم کی حاضر جوابی وقوت استدلال

محدث ابن حجر ہیتمی مکی صواعق محرقہ میں رقمطراز ہیں

کہ ہارون الرشید نے حضرت امام موسیٰ کاظمؒ سے پوچھا کہ آپ کس طرح خود کو حضور ﷺ کی اولاد کہتے ہیں جبکہ تم علیؓ کی اولاد ہو تو حضرت موسیٰ کاظمؒ نے بھی ہارون الرشید کے سامنے یہ آیت ''**و نوحاً هدينا**'' الی عیسیٰ تلاوت کی کہ جب قرآن کے مطابق حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے حضرت نوحؑ کے بیٹے ہو سکتے ہیں تو اولاد فاطمہؓ کیوں

---

[1] تفسیر رازی ۲۸۴/۳ [2] صواعق محرقہ ۲۰۵/۱۴

حضور کی اولاد نہیں ہو سکتی۔[1]

امام رازی فرماتے ہیں کہ ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت حسنؓ و حسینؓ حضورؐ کی اولاد ہیں۔

خطیب بغدادی نے یہ واقعہ اپنی تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے

کہ ہارون الرشید حج کے لیے گیا اور حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس پر سلام کیلئے حاضر ہوا اور اس کے ساتھ اشراف قریش اور مختلف سرداران قبائل بھی تھے حضرت موسیٰ کاظم بھی تھے ہارون الرشید نے بارگاہ رسالت میں سلام پیش کرتے ہوئے کہا۔ السّلام علیك یارسول الله ابن عمیّ۔ دوسروں کے سامنے فخر کے لیے حضور کو چچا زاد کہا تو حضرت موسیٰ کاظمؒ نے سلام پیش کرتے ہوئے فرمایا السلام علیکم یا أبت تجھ پر سلام ہو اے میرے والدؐ ہارون رشید کا چہرہ یہ سن کر فق ہوگیا اور کہا یہ ہے فخر کی بات اے ابوالحسن آپ نے سچ کہا۔[1]

آل وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے

امام شامی ردالمحتار میں و علی الہ و صحبہ کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

إختلف فی المراد بالآل فی مثل هذا الموضع فالأ کثرون علی أنهم قرابة النبی الذین حرّمت علیهم الصدقة [2]۔

حضرت امام یزید بن حیان تابعی سے حضرت زید بن ارقمؓ والی روایت میں ہے کہ حضرت زیدؓ سے روایت حدیث کے بعد سوال کیا گیا کہ اہل بیت سے مراد کون ہیں کیا امہات المومنین اہل بیت میں ہیں۔ حضرت حصینؒ (سائل) کے اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں سے ہیں اور اہل بیت سے مراد وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے پھر سوال کیا گیا کہ کن پر صدقہ حرام ہے تو فرمایا کہ اولاد علیؑ

---

[1] تاریخ بغداد [2] در المختار ۲/۱

اولادِ عقیلؓ اولادِ جعفرؓ اولادِ عباسؓ اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد پاک جو آپ نے حضرت حسنؓ کا صدقہ کی ایک کھجور کو منہ میں ڈالنے پر انگلی ڈال کر کھجور کو نکالا اور فرمایا کہ

إِنَّا آلَ مُحَمَّدٍ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَة

ہم آل محمد کے لئے صدقہ حرام ہے

اس حدیث سے جہاں حضرات حسنینؓ کا آل رسول ﷺ ہونا بیان ہوا وہاں ان پر صدقہ حرام ہونا بھی واضح ہوا لہذا حضرات حسنینؓ کے آل رسول ﷺ میں سے ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی۔

حضرت زیدؓ والی حدیث و دیگر احادیث کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام احمدؒ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے نزدیک صدقہ صرف بنی ہاشم پر حرام ہے۔

امام شامیؒ فرماتے ہیں کہ

یہ حکم صرف ان کے اعزاز اور تکریم کے لئے ہے۔ اور اس اعزاز میں اہل بیتؓ اور بنو ہاشم کے نیک اور غیر نیک سب شامل ہیں صدقہ لوگوں کے مال کا میل ہوتا ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے اسے اوساخ اموال الناس قرار دیا یہ خاندان نبوت کی کرامت کے لئے حرام کردیا ہے یہی وجہ ہے کہ سادات عموماً نیک باطن ہوتے ہیں تزکیہ واحسان کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہوتے ہیں کیونکہ بزبان قرآن انکی اللہ نے تطہیر ظاہری و باطنی فرمائی ہے۔

قیامت کو قربت نبوی:

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ

اہل بیتؓ کرام کو حضور ﷺ کے ساتھ پانچ چیزوں میں ساتھ ساتھ اور برابر رکھا ہے

(1) محبت (2) صدقہ لینے پر حرمت (3) تطہیر، ظاہری باطنی و معنوی پاکیزگی (4) سلام (5) درود میں۔

گویا کہ درود میں جب حضور ﷺ کا نام مبارک لیا جائے گا تو حضور ﷺ کے ساتھ آپ کی اولاد اور اہل بیتؑ بھی مذکور ہوں گے۔ درود شریف کے جتنے الفاظ اور صیغے کتابوں میں محدثین نے جمع کئے ہیں ان سب میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ کی آل کا ذکر خیر ہوتا ہے اور محبت وعقیدت سے دل نہال ہو جاتے ہیں۔ اسی سے ان کی سعادت مندی اور رفعت شان کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ

أولى الناس بي (يوم القيامة) أكثرهم عليَّ صلاةً [1]

قیامت کے دن میرے سب سے قریب وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھے گا گویا کہ قیامت میں حضور ﷺ کی قربت کے لئے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر درود بھیجنا ہوگا۔ ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ جو میرے اہل بیتؑ کے لئے تکلیف برداشت کریگا قیامت کے دن میں اس کا کفیل اور وکیل ہونگا۔

مقبول نماز کونسی ہے:

دارقطنی اور بیہقی میں حضرت مسعود الانصاریؓ کی یہ حدیث درج ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا

من صلىَّ صلاة لم يصلِّ فيها عليَّ و على أهل بيتي لم تقبل منه [2]

''جس نے بھی کوئی نماز پڑھی لیکن نماز میں مجھ پر اور میرے اہل بیتؑ پر درود نہیں بھیجا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی''

حضرت جابرؓ اور حضرت عبداللہؓ اور دارقطنی کے مطابق امام محمد بن علی الباقرؑ تینوں کا موقوف ارشاد ہے کہ

''جو کوئی نماز میں حضور اور ان کی آل پر درود نہیں پڑھتا اس کی نماز ہی نہیں ہوتی''

کسی عرب شاعر نے کیا خوب کہا ہے بعض نے اس شعر کی نسبت حضرت امام شافعی کی طرف کی ہے۔

یا أهل بیت رسول حبکم — فرض من الله فی القرآن أنزله

کفاکموا من عظیم القدر أنکم — من لم یصلِّ علیکم لا صلاة له

ترجمہ:

اے اہل بیتؑ رسول ﷺ آپ حضرات کی محبت اللہ کی طرف سے قرآن کریم میں

---

1. صحیح ابن حبان ۱۹۲/۳ 2. دارقطنی ۳۰۰/۱ بیہقی ۵۳۰/۲

فرض کی گئی ہے۔ آپ کی قدرومنزلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو آپ حضرات پر درود نہ پڑھے، اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

درود کیسے پڑھیں:

درود شریف کے صیغے بھی رسالت مآب ﷺ نے خود سکھائے ہیں۔ حضرت کعب بن عجرہؓ نے اپنے شاگرد حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے کہا کہ میں آپ کو ایک ہدیہ نہ دوں جو میں نے حضور ﷺ سے سنا۔ پھر درود شریف کا صیغہ بتلایا جو آپ کو خود حضور اکرم ﷺ نے سکھایا تھا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے صحیحین میں حضرت ابوحمید الساعدیؓ سے یہ روایت نقل کی ہے جس میں فرماتے ہیں کہ

ہم نے رسول ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول ﷺ ہم آپ پر کس طرح درود پڑھیں پس حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

قولوا اللهم صلّ علی محمدٍ وأزواجه وذريته كما صليت على آل إبراهيم و بارك على محمد وأزواجه وذرياته كما باركت على إبراهيم إنك حميد مجيد۔[1]

اسی طرح سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سرّه أن يكتال بالمكيال الأوفى إذا صلى علينا أهل البيت فليقل "أللهم صلّ على محمد النبي وأزواجه أمهات المومنين وذريته وأهل بيته كماصليت على إبراهيم إنك حميد مجيد۔[2]

ترجمہ:

جو کوئی چاہے کہ اس کے اعمال کا وزن پورا پورا کیا جائے تو ہم پر اس طرح درود پڑھیں "اے اللہ درود بھیج نبی محمد ﷺ پر اور انکی گھر والیوں پر جو کہ مومنین کی مائیں ہیں اور ان

---

[1] صحیح البخاری ۱۲۳/۴ باب هل علی غیر النبی مسلم ۳۰۴/۱ [2] السنن لابی داؤد ۴۰۱/۱

کی اولاد اور اہل بیتؓ پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیمؑ پر بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔

حاجات کے لئے اکسیر:

امام دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں امام جعفر الصادقؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

من صلی علی محمد صلی الله علیه وسلم وعلی أهل بیته مائة مرة قضی الله له مائة حاجة[1]

ترجمہ:

جو کوئی حضور اکرم ﷺ اور ان کی اہل بیت پر ایک سو مرتبہ درود پڑھے گا۔ اللہ اس کی سو حاجات پوری کریں گے۔

اسی مفہوم کی حدیث سنن بیہقی میں حضرت جابر سے بھی مروی ہے۔

اہل سنت کے ہاں درود شریف کا جو اہتمام ہے اور نمازوں کے علاوہ الحمد اللہ ہزاروں لاکھوں کی تسبیحات درود پڑھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ درود کے بغیر دعا و نماز قبول نہیں ہوتی ان کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کے دلوں میں اہل بیت کی محبت نہیں ہے یہ تو بالکل ماورائے عقل بات ہے

سبحانك هذا بهتان عظيم

لحاظ رشتہ:

ارشاد خداوندی ہے کہ

قل لا أسئلكم عليه أجراً إلا المودة في القربىٰ (الاية)

حبر الامۃ ترجمان القرآن حضرت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اس آیت میں کونسی قرابت مراد ہے۔ مجلس میں شہید اہل بیت حضرت سعید بن جبیرؒ بھی

---

[1] مسند الفردوس ۹۱/۴ [2] سیر اعلام النبلاء ۱۲۱/۲

تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا کہ اس آیت سے آل محمد ﷺ کی قرابت مراد ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آپ نے جلدی کی حضور اکرم ﷺ کو تمام قریش سے قرابت تھی۔ [1]

یہاں پر کم فہم آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ دونوں حضرات کی تفسیر میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے کہ جب پورے قریش کی قرابت کا لحاظ مراد ہے تو جو حضور کے بہت ہی قریبی ہیں مثلاً آپ کی اولاد دونواسے وہ بدرجہ اولی مراد ہیں اور جو اہل ایمان ہیں وہ اس سے بھی زیادہ لحاظ قرابت کے حقدار ہیں۔ جیسا کہ خود حضور اکرم ﷺ سے اس آیت کی تشریح میں ارشاد پاک منقول ہے کہ

إلا تصلوا قرابتي منكم

میری قرابت کا لحاظ کرو (قرابت جتنی زیادہ ہوگی اسی حساب سے لحاظ رکھا جانا چاہئے)

حافظ سخاویؒ نے استجلاب میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے بھی حضرت سعید بن جبیرؒ کے موافق روایت ملتی ہے۔

تفسیر مودۃ القربی:

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالی آیت مودۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

امام بغویؒ نے امام شعبیؒ کی روایت سے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ تم میری قرابت کا لحاظ کرو مجھ سے (حسب تقاضا قرابت) مودّت کرو اور میرے رشتہ قرابت کو جوڑے رکھو۔ امام مجاہدؒ، عکرمہؒ، مقاتلؒ، سدیؒ اور ضحاکؒ نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے۔

امام بغویؒ مودۃ القربیٰ کی آیت کی کلی منسوخی سے موافق قول کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"یہ قول ناپسندیدہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے محبت اور ہر دکھ کو حضور ﷺ سے دور کرنا اور آپ کے اقارب سے محبت کرنا دینی فرائض میں سے ہے۔"

---

[1] صحیح ابن حبان ۱۰۷/۱۴

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنا عقیدہ (جو کہ تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے) بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''میں کہتا ہوں اس میں شک نہیں کہ رسول ﷺ سے اور آپ کے اقارب سے محبت تو فرض محکم ہے جو منسوخ نہیں ہوسکتا۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ رسول ﷺ کے لئے اجرت طلبی کا حکم منسوخ کردیا گیا ہو''

آگے فرماتے ہیں کہ

''مودت کو تبلیغ کا اجر قرار دینا حقیقی نہیں مجازی ہے اجرت جیسی شکل ہونے کی وجہ سے مودت کو اجر کہا گیا ہے کیونکہ حقیقی اجرت تو وہ ہوتی ہے جو اجرت کے طلبگار کے لئے مفید ہو اور وہ خود اس سے فائدہ اندوز ہوسکے۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت سے اس کو کمال ایمان کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی لئے ہمارے نزدیک آیت مذکورہ میں مودۃ القربیٰ کی یہی تفسیر زیادہ صحیح ہے کہ میں تم سے بس یہ چاہتا ہوں کہ میرے اقرباء میرے اہل بیت اور میری اولاد سے محبت کرو۔

سلاسل تصوف کا سرخیل وسر چشمہ اہل بیت ہیں:

حضرت پانی پتیؒ لکھتے ہیں

رسول اللہ ﷺ تو آخری نبی تھے آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہ تھا آپ کے بعد فرض تبلیغ کو ادا کرنیوالے علماء امت ہی ہیں علماء ظاہر ہوں یا علماء باطن (فقہا، محدثین/ ائمہ تصوف) اللہ نے اپنے نبی کو اسی لئے حکم دیا ہے کہ آپ امت کو اپنے اہل بیت سے محبت رکھنے کی تبلیغ کریں کیونکہ امام المسلمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ائمہ اہل بیت جو آپ کی نسل میں سے ہوئے کمالات ولایت کے قطب تھے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر (میں داخل ہونے کا) دروازہ ہیں۔ طبرانی اور بزاز نے حضرت جابرؓ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس روایت

کی تائیدی شواہد وہ حدیثیں بھی ہیں جن کے راوی حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ ہیں حاکم نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ یہی باعث ہے کہ اکثر مشائخ کے سلسلے ائمہ اہل بیت تک پہنچتے ہیں۔ سادات کرام میں بہت کثرت سے اولیاء ہوئے ہیں جیسے غوث الثقلین محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی و حسینیؒ اور شیخ بہاؤ الدین نقشبندؒ اور سید مودود چستیؒ اور سید ابوالحسن شاذلیؒ (حضرت سید معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت شاہ ہمدانیؒ، حضرت سید خواجہ گیسودرازؒ، سید محمد احمد بدایونی دہلوی المعروف سلطان اولیاءؒ، سید نصیر الدین محمود بن یحیٰ اودھی المعروف چراغ دہلیؒ، سید اشرف بن ابراھیم جہانگیر سمنانیؒ، سید آدم بنوریؒ، سید احمد شہیدؒ، سید احمد شریف السنوسی از مولف) وغیرہ یہی مراد ہے حدیث مبارک

إني تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتي کی

اکثر علماء تفسیر نے لکھا ہے کہ "إلا المودة في القربى" میں استثناء منقطع ہے اور (الا کا معنی لیکن ہے) اجر اپنے حقیقی معنی پر ہے مطلب یہ ہے کہ میں تم سے کسی معاوضہ کا بالکل طلب گار نہیں ہوں لیکن میری قرابت جو تم سے ہے اس کی طرف متوجہ کراتا ہوں اور مودت قرابت چاہتا ہوں حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت کردہ حدیث

أذكركم الله في اهل بيتي

میں اسی مطلب کا اظہار کیا گیا ہے۔

آگے فرماتے ہیں

کہ رسول اللہ ﷺ نے جو اپنی اور اپنے اہل بیتؓ کی محبت رکھنے کا حکم امت کو دیا ہے۔ تا کہ امت کو فائدہ پہنچے اس کی تائید آئندہ آیت سے ہو رہی ہے۔ فرمایا ہے۔

ومن يقترف حسنة نزدله فيها حسنا (القرآن)

اور جو شخص کوئی نیکی کریگا ہم اس میں اور خوبی بڑھا دیں گے حسنہ سے مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے آل اور نائبوں کی محبت ہے ورنہ سابق عبارت اور اس جملہ میں کوئی ربط نہ ہوگا۔ البتہ لفظ حسنہ عام ہے ہر نیکی کو شامل ہے اللہ حسنہ میں اور خوبی بڑھا دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آل رسول یعنی مشائخ طریقت سے محبت کا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت بڑھ جاتی ہے اور محبت رسول ﷺ کی ترقی سے محبت خدا میں مزید اضافہ ہوتا ہے اسی لئے مشائخ صوفیہ کہتے ہیں کہ صوفی کو پہلے فنا الشیخ کا درجہ حاصل ہوتا ہے پھر فنافی الرسول کا اور آخر میں فنافی اللہ کا۔ فنا سے مراد ایسی شدت محبت کہ محبوب کی یاد کے وقت نہ اپنا پتہ رہے نہ کسی دوسرے کا سوائے محبوب کے ہر نشان مٹ جائے''[1]

احسان کا بدلہ:

آیت مودت مکہ میں نازل ہوئی اس کے اولین مخاطب مشرکین تھے جو کہ حضور ﷺ کی دعوت پر کان نہ دھرتے تھے پھر بھی حضور ﷺ کے احسان تبلیغ اسلام پر ان سے قرابت کی لحاظ داری کا مطالبہ ہے تو وہ لوگ جو کہ امت ایجابی ہیں اور جنہوں نے حضور سرور کائنات ﷺ کی وساطت سے اسلام اور ایمان جیسی نعمت عظمیٰ سے دامن بھر لئے ان کے لئے تو بدرجہ اولیٰ قرابت کا لحاظ چاہئے۔ **هل جزاء الاحسان إلا الاحسان**۔

اہل بیت عظام، اہل سنت والجماعت کا نکتہ نظر:

اہل سنت والجماعت کے عقائد میں یہ بنیادی نظریہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اور اہل بیت دونوں پر اسطرح ایمان رکھنا ضروری ہے کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کی صحبت کی وجہ سے اگلی پچھلی امتوں میں افضل ترین اور اللہ کے پسندیدہ ترین لوگ ہیں۔ اور اہل بیت حضور ﷺ کے گھر والے اور اولاد ہونے کے ناطے ہمیں اپنے نفس اور اپنے اولاد سے زیادہ محبوب ہیں اور ان سے محبت وعقیدت سلیمہ کو جزو ایمان تصور کرتے ہیں۔

[1] تفسیر مظہری ۲۷۲ ج ۱۰

شارح فقہ الاکبر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فقہ الاکبر (امام اعظم کی عقائد کے متعلق تصنیف ہے) کے شرح میں اہل سنت کا موقف تحریر کرتے ہیں۔

وکان السلف، جعلوا من علامات السنة و الجماعة تفضيل الشيخين ومحبة الحسنين۔ [1]

اکابرین امت کے ہاں اہل سنت والجماعت کی علامات میں سے حضرات شیخین ابوبکرؓ وعمرؓ کی فضیلت اور حضرات حسنین حسنؓ وحسینؓ کی محبت ہے:

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ طحاویہ میں فرماتے ہیں کہ

"ومن أحسن القول فی أصحاب رسول الله وأزواجه الطاهرات من كل دنس وزرياته المقدسين من كل رجس فقد برئ من النفاق۔ [2]

ترجمہ:

جوکوئی صحابہ کرامؓ ازواج مطہراتؓ اور ذریت مقدسہؓ کے بارے میں عیب و برائی کی بجائے اچھی بات کہتا ہے وہ نفاق سے بری ہے

معلوم ہوا کہ ان دونوں میں کسی ایک کی برائی کریں یا دل میں خیال رکھیں وہ منافق ہے۔

حضور کی اپنی اولاد کے بارے میں وصیت:

امام طحاوی کے متن کی شرح میں امام ابن ابی العز الحنفیؒ رقمطراز ہیں کہ صحیح مسلم شریف میں حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ:

قام فينا رسول الله صلى عليه وسلم خطيبا بماء يدعىٰ خما بين المكة و المدينة فقال أمابعد آلا يا أيها الناس فانما أنا بشر يوشك أن يأتى رسول ربىّ فأجيب وانا تارك فيكم الثقلين۔ أولهما كتاب الله فيه الهدى والنور فخذوابكتاب الله واستمسكوابه فحث على كتاب الله ورغب فيه ثم قال و اهل بيتى أذكركم الله فى أهل بيتى ثلاثاً۔ [3]

---

[1] شرح فقہ الاکبر ۲۳۔ (۲) شرح عقیدۃ الطحاویۃ ۴۳۷ ج۲ [3] مسلم ۱۰۹/۲ بیہقی ۱۰۹/۲۔

ترجمہ:

حضور اکرم ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے خم نامی پانی کے پاس جو کہ مدینہ اور مکہ کے درمیان ہے پس آپ نے فرمایا کہ آگاہ رہو اے لوگو کہ میں ایک انسان ہوں قریب ہے کہ خدا کا فرستادہ میرے پاس آئے اور میں اس کی دعوت پر لبیک کہوں (یعنی موت کا جام پیئوں) میں تمہارے پاس دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں ان میں سے پہلی کتاب اللہ (قرآن) ہے اس میں ہدایت اور روشنی ہے پس خدا کی کتاب کو پکڑو اور مضبوطی سے تھامو آپ نے اس کے لئے ابھارا اور ترغیب دی پھر فرمایا کہ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں بھلائی کی تاکید کرتا ہوں یہ تین دفعہ دھرایا۔

مستدرک حاکم میں ہی حضرت زیدؓ کی روایت ان الفاظ کے ساتھ ہیں۔

إني قد تركت فيكم الثقلين أحدهما أكبر من آلا خر كتاب الله عزوجل وعترتي فانظروا كيف تخلفوني فيهما فانهما لن يتفرقا حتى يردا على الحوض۔[1]

یہ روایت جابر بن عبداللہؓ اور کئی دوسرے صحابہ سے بھی مروی ہے خود اہل بیت عظام کی سند عالیہ سلسلہ الذھب سے بھی یہ حدیث مروی ہے چنانچہ امام دولابی الذریۃ الطاہرہ اور امام ثعالبی نے الطالبین میں اور انہیں سے حافظ سخاوی نے الاستجلاب میں نقل کیا ہے کہ

من حديث عبدالله بن موسى عن أبيه عن عبدالله بن حسن عن أبيه عن جده عن على رضى الله عنه ان رسول الله صلى عليه وسليم قال إني مخلف ما إن تمسكتم به لن تضلوا كتاب الله عزّوجلّ طرفه بيدالله طرفهٗ بأيديكم و عترتي أهل بيتي ولن يتفرقا حتى يردا على الحوض۔[2]

جامع ترمذی میں حضرت ابوذر غفاریؓ کی وہ مشہور روایت بھی ہے جو آپ نے کعبہ کے دروازے کی زنجیر

---

[1] المستدرک ۱۱۸/۳ [2] الاستجلاب ۴۲

پکڑ کر اعلان کر کے بیان کی کہ

سمعت رسول الله صلی الله وسلم انی تارك فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی فإنهمالن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیهما [1]

مسند بزاز میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں عترتی کی جگہ نسبی لکھا ہوا ہے۔

جو ظاہری و باطنی لحاظ سے پاک ہیں:

حضرت امام مسلم نے صحیح میں فضائل اہل بیتؑ کے باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے کہ

خرج النبی صلی الله علیه وسلم ذات غداة وعلیه مرط مرحل من شعر أسود فجاء الحسن بن علی رضی الله عنه فأدخله ثم جاء الحسین رضی الله عنه فأدخله ثم جاء فاطمة رضی الله عنها فادخلها ثم جاء علیؑ فادخله ثم قال''انمایرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا [2]

یہی روایت اور کئی صحابہ کرام سے بھی مروی ہے اور ان میں سے بعض میں حدیث کا یہ جملہ بھی درج ہے۔

أللّٰهم هولاء أهل بیتی وأهل بیتی أحق

یہ واقعہ آیت مباہلہ کے نزول کے بعد پیش آیا۔ جس میں حضورؐ نے حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ حضرات حسنینؑ کو چادر کے نیچے ڈال کر فرمایا کہ یا اللہ یہ میرے اہل بیتؑ ہیں ان کو پاک فرما۔

حافظ سخاوی نے استجلاب میں اور ابن حجر ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اور امام طبرانی نے معجم میں یہ روایت نقل کی ہے۔

عن أبی جمیلة أن الحسن بن علی رضی الله عنهما أستخلف حین قتل علی رضی الله عنه قال فبنیما هو یصلی إذوثب علیه رجل وطعنه

---

[1] جامع ترمذی ۴۲۲/۵ [2] صحیح مسلم ۳۰۰/۴ رقم الحدیث ۱۸۸۳/۴

بخنجر وزعم حصين أنه بلغه أن الذی طعنه رجل من نبی أسد و حسن ساجد، فقال یا اهل العراق اتقوالله فینا فانّا أمرائکم وضیفانکم ونحن أهل بیت الذی قال الله عزوجلّ إنما یرید الله لیذهب عنکم الرجس أهل البیت و یطهر کم تطهیراقال فمازال یقولها حتی بقی أحد من أهل المسجد إلا وهو یحنّ بکا۔[1]

یعنی حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؑ خلیفہ منتخب کئے گئے ایک دفعہ نماز کے دوران جب حضرت حسنؑ سجدہ میں تھے بنو اسد کے ایک شخص نے آپ پر خنجر کا وار کیا تو آپ نے لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا اے اہل عراق ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو ہم تمہارے امیر اور مہمان ہیں اور ہم ان اہل بیتؑ میں سے ہیں جن کی پاکیزگی کا اعلان قرآن میں کیا ہے۔ إنمایرید الله لیذهب کی روایت پڑھی آپ بار بار یہ آیت فرماتے یہاں تک تمام مسجد والے اونچی آواز سے رونے لگ گئے۔

روایت میں ہے کہ حضرت زین العابدینؑ کے ساتھ شام میں کسی نے درشت خوئی کی اس پر آپ نے اس سے پوچھا کیا تم نے سورہ احزاب کی یہ آیت نہیں پڑھی اور آیت تطہیر پڑھ دی اور فرمایا اس آیت سے مراد ہم ہی ہیں۔

اہل بیت کی تعظیم شعائر اللہ کی تعظیم ہے:

مشہور محدث وفقیہہ حضرت امام نووی الشافعیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب حدیث ریاض الصالحین میں ایک باب اکرام اهل بیت رسول الله وبیان فضلهم کے عنوان سے قائم کیا ہے جس میں دو آیات لائے ہیں۔ پہلا إنما یرید اللہ الایۃ یعنی آیہ تطہیر۔ دوسری آیت سورہ حج سے لائے ہیں۔

ومن یعظم شعائر الله فإنهامن تقوی القلوب (۲)

ترجمہ:

اور جوکوئی ادب رکھے اللہ کے نام لگی چیزوں کا سو وہ دل کی پرہیز گاری کی بات ہے۔

---

[1] مجمع الزوائد ۹/۱۷۲ (۲) ریاض الصالحین ۱۴۵

اس طرح امام نووی جیسے جلیل القدر محدث وفقیہہ کے انتخاب واستشہاد سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اہل بیت عظام بھی شعائر اللہ ہیں جن کی تعظیم ہر مومن پر فرض ہے کیونکہ شعائر کی تعظیم حقیقت میں اللہ ہی کی تعظیم ہے۔

مسلک حقہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ عقیدۃ واسطیہ میں فرماتے ہیں کہ:

ویحبون یعنی أهل السنة أهل بیت رسول الله صلی الله علیه وسلم ویتو لونهم و یحفظون فیهم و صیة رسول الله صلی الله علیه وسلم حیث قال یوم غدیر خم أذکرکم الله فی أهل بیتی:(۱)

ترجمہ:

اہل سنت والجماعت اہل بیت نبوی ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور ان سے تعلق و دوستی رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کی وصیت مبارک کی پاس و محافظت کرتے ہیں جو کہ آپ نے غدیر خم کے مقام پر اپنی امت کو فرمایا کہ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں آگے لکھتے ہیں:

وقال ایضاً للعباس عمه اشتکی الیه أن بعض قریش یجفوا بنی هاشم۔فقال۔ والذی نفسی بیده لا یومنون حتی یحبو کم لله ولقرابتی، رواه احمد۔[۲]

ترجمہ:

حضرت عباس عم رسول ﷺ نے آپ ﷺ سے بعض قریش کی بے رخی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ تم سے محبت نہ کریں اللہ کے لئے اور میرے رشتہ کے لحاظ میں۔

---

۱ شرح عقیدۃ الواسطیہ ۱۵۲ ۲ مسند احمد ۳۴۰/۱ المستدرک ۳۷۶/۳

ذیل کتاب میں شارح عقیدہ واسطیہ لکھتے ہیں کہ۔ اھل بیت سے اس حدیث میں مراد حضور اکرم ﷺ کے وہ رشتہ دار و اولاد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ آل علیؓ آل عقیلؓ آل جعفرؓ آل عباسؓ اور بنو الحارث بن عبد المطلب اور حضور ﷺ کی ازواج مطہراتؓ اور آپ کی بیٹیاںؓ آپ کے اہل بیتؓ ہیں۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔

إنمايريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهر كم تطهيرا

احزاب ۳۳

آگے فرماتے ہیں۔

فأهل السنة يحبو نهم ويكرمونهم لأن ذالك من إحترام النبي صلى الله عليه وسلم وإكرامه ولان الله ورسوله قدأمر بذالك قال تعالىٰ قل لاأسئلكم عليه أجراً إلا المودة في القربىٰ (۱)

''یعنی اہل سنت والجماعت کثر اللہ سوادھم اہل بیت عظام سے محبت کرتے ہیں اور ان کی تکریم بجالاتے ہیں کیونکہ ان سے محبت اور ان کا اکرام اللہ کے رسول سے محبت و اکرام کے مانند ہے اور اللہ اور رسول اکرم دونوں نے اس کا حکم دیا ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد پاک ہے کہ اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا لیکن میری قرابت کا لحاظ اور ان سے محبت۔''

مؤدة القربیٰ کے مصداق:

حافظ ابن کثیرؒ اپنے شہرہ آفاق تفسیر میں اور امام طبری اپنی تفسیر میں اور حافظ سخاوی الاستجلاب میں سند کے ساتھ یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ:

''جب حضرت زین العابدینؓ کو دیگر اہل بیت کے ساتھ پابجولاں کربلا سے دمشق لایا گیا تو دمشق میں ہی ایک شامی نے کھڑے ہوکر ان کے سامنے کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کیا اور تمہاری استیصال کردی اور فتنہ کی سینگ کاٹ دی تو حضرت

۱۔ شرح عقیدۃ الواسطیہ ۱۵۲

زین العابدینؑ نے فرمایا کہ کیا تو نے قرآن پڑھا ہے شامی نے جواب دیا کہ ہاں میں نے پڑھا ہے حضرت زین العابدینؑ نے پھر فرمایا کیا تو نے آل حم پڑھا ہے۔ شامی نے کہا کہ میں نے قرآن پڑھا ہے اور آل حم نہیں پڑھا حضرت زین العابدینؑ نے فرمایا کیا

تو نے یہ آیت

قل لاأسئلكم عليه أجرا الاالمودة فى القربى

نہیں پڑھی۔ تو شامی نے کہا کہ کیا اس آیت کا مصداق آپ ہی ہیں آپؑ نے جواب دیا ہاں۔[1]

حافظ سخاوی اور امام دولابی دونوں نے اہل بیت ہی کی سند سے حضرت حسنؑ کا ارشاد نقل کیا ہے۔

آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ بیشک ہم اہل بیت میں سے ہیں جن سے محبت اور مودۃ اللہ نے ہر مسلم پر فرض کردی ہے پس اللہ نے اپنے نبی سے کہا کہ

قل لاأسلكم عليه أجرا إلا المودة فى القربى و من يقترف حسنة نزدله فيها حسنا۔

پس اقتراف الحسنہ سے مراد اہل بیت سے محبت ومودت ہے۔[2]

محبت اہل بیت تکمیل ایمان:

شارح عقیدہ واسطیہ لکھتے ہیں کہ

''حضورﷺ کا ارشاد اپنے چچا عباسؓ سے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے نہیں مؤمن ہوسکتے یہاں تک کہ وہ آپ سے محبت کریں اللہ کے لئے اور میری قرابت کے وجہ سے''[3]

پس اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ حضور کے اہل

---

[1] تفسیر الطبری ۱۴۴/۱۱ [2] الاستجلاب ۵۹ الذرية الطاهرة للدولابی ۷۴ تفسیر ابن کثیر ۱۴۳ ج ۴

[3] مسند احمد ۲۰۲/۱ السنن ترمذی ۶۱۰/۵

بیت سے محبت نہ رکھے پہلا سبب محبت کا اللہ کے لئے ہے کیونکہ اہل بیت اللہ کے اولیاء میں سے ہیں اور وہ اللہ کے نیک اور فرمانبردار لوگوں میں سے ہیں جن سے محبت و تعلق واجب ہے ان سے محبت کی دوسرا سبب انکا وہ مقام و مرتبہ ہے جو حضور ﷺ کے ہاں ہے اور جو ان کی نسبی قرابت حضور ﷺ سے ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت روافض کے طریقے سے براءت کا اظہار کرتے ہیں جو انہوں نے غلو کیا اور اہل سنت والجماعت ناصبیوں سے بھی براءت ظاہر کرتے ہیں جو انہوں نے اہل بیت عظام کی عداوت میں اپنے مذموم سیاسی مقاصد کے لئے تحریک اٹھائی۔

حضور ﷺ کا رشتہ باعث نجات ہے:

خاتمہ المحققین علامہ ابن عابدین المعروف امام شامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مختصر رسالہ العلم الظاہر فی نفع نسب الطاہر) میں تفصیل کے ساتھ نسب طاہر کے نافع ہونے اور نہ ہونے پر بحث کی ہے اور آل نبی اور ذریت طاہرہ کے فضائل ومناقب میں احادیث جمع کئے ہیں۔ مسند بزار اور طبرانی کی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ فرمایا کہ:

> **مابال أقوام یزعمون ان قرابتی لاتنفع آن کلّ سبب ونسب منقطع یوم القیامة إلا سببی و نسبی وأن رحمی موصولة فی الدنیا والآخرة**[1]
>
> یعنی ان لوگوں کو کیا پڑ گئی ہے جو کہتے ہیں کہ میرا رشتہ قرابت فائدہ مند نہیں ہے یاد رکھو ہر نسب اور تعلق قیامت کے دن ختم ہو کے رہ جائے گا سوائے میرے نسب اور تعلق کے بے شک میرا رشتہ دنیا و آخرت دونوں میں قائم رہے گا۔

عجیب وقوی استدلال:

حدیث بالا کے ذکر کے بعد امام شامی قرآن کی ایک آیت سے عجیب استشہاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آخر آپ کی قرابت رحم کیوں نہ فائدہ مند ہوگی حالانکہ قرآن میں ہے۔

> **أما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینة وکان تحته کنز لهما وکان أبوهما صالحا** کهف: ۸۲

ان بچوں کے جن والدین کو نیک کہا گیا ہے ان کے اور ان بچوں کے درمیان سات پشتوں کا واسطہ ہے

---

[1] کشف الاستار للهیثمی ۳/۱۱۰ استجلاب ۹۰ معجم طبرانی ۱/۳۰ العلم الظاهر ۴

آگے فرماتے ہیں۔

فلاریب فی حفظ زرینه صلی الله علیه وسلم واهل بیته فیه وان کثرت الوسائط بینهم و بینه [1]

یعنی جب قرآن مجید دو بچوں کو اس لئے قابل تکریم وترحیم بتلاتا ہے کہ ان کے آباء میں سے سات پشت پہلے کے والدین نیک تھے تو حضور اکرم ﷺ کے اولاد اطہار تو ان سے کتنے ہی درجے زیادہ لائق تکریم وتعظیم ٹھہرتے ہیں فافہم۔

امام جعفر الصادقؑ کا ارشاد نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ولهذا قال جعفر الصادق رضی الله عنه فیما أخر جه الحافظ عبدالعزیز بن الأخضر فی معالم العترة النبویة"احفظو افینا ما حفظ العبد الصالح فی الیتیمین وکان أبوهما صالحا [2]

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ ہمارے حقوق کی محافظت دیکھ بھال اس طرح کرو جیسے حضرت خضر علیہ السلام نے ان دو یتیم بچوں کے حقوق کی دیکھ بھال کی تھی جن کے والدین نیک تھے۔

غور وفکر کا مقام ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کر رہے ہیں ایک مقام پر ایک دیوار اکھڑی ہوئی ہے اور اس دیوار کے مالک دو یتیم بچے ہیں اور اس دیوار کے نیچے خزانہ چھپایا ہوا ہے جو کہ بقول مفسرین سات پشت پہلے کے والدین کا دفن کیا ہوا ہے اور وہ نیک تھے بس صرف اسی سبب اس دیوار کی تعمیر دو اولوالعزم ہستیاں کر رہی ہیں تا کہ ان کا مال محفوظ رہے اور وہ بعد میں فائدہ اٹھائیں۔

تو رسالت مآب کے اولاد اطہار تو بدرجہ اولی استحقاق رکھتے ہیں کہ ان سے محبت وعقیدت رکھی جائے ان کے حقوق کی رعایت ومحافظت نہایت درجہ کی جائے اس پر مستزاد یہ کہ حضور ﷺ کی اولاد تقوی وعلم وعزیمت میں یگانہ روزگار ہیں۔

---

[1] رسائل ابن عابدین [؟] [2] [؟]

یہاں بعض حضرات اپنی بے مقصد و بے لگام تحقیق کی رو میں بہہ کر کہتے ہیں کہ حضورﷺ کا نسب کسی کو فائدہ نہیں دے سکتا دلائل میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا پیغمبر زادہ ہوتے ہوئے غرق ہونا اور عبداللہ بن ابی ابن سلول کے لئے حضورﷺ کی قمیص کا مفید نہ ہونا اور حضور کی وہ حدیث مبارکہ جس میں اپنی اولاد سے اعمال میں مبادرت کے لئے کہا گیا ہے بیان کرتے ہیں۔

حالانکہ ایمان کی دولت سے محروم کنعان بن نوح کا موازنہ حضورﷺ کی نیک اولاد جو کہ اولوالعزم اور تقوی و طہارت علم وعمل کے مینار ہیں سے کس طرح ہوسکتا ہے ان نام نہاد محققین کے مقابلہ میں بعض لوگ اندھی عقیدت میں حضورﷺ کی شفاعت ورحم ہرایک کے لئے ثابت کرتے ہیں یہاں تک کہ کافر اور غیر مومن کے لئے بھی نسب اور شفاعت مفید سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن اس نظریہ کی سختی سے تردید کرتا ہے۔

قول فیصل:

حضرت حکیم الامت شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس پر بڑی خوبصورت اور مدلل بحث کی ہے۔

حضرت امام شامی اور حضرت تھانوی کی تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ نسب وتبرک نافع ہے لیکن ایمان وعمل والے کے لئے بغیر ایمان کے نسب وتعلق وتبرک نافع نہیں ہے جیسے کنعان بن نوح کے لئے حضرت نوح کا بیٹا ہونا نافع نہ ہوا اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کیلئے حضورﷺ کی قمیص اور جب ایمان وعمل دونوں ہوں تو نسب بھی تعلق بھی اور تبرک بھی انتہائی مفید ہے جیسا کہ حضور کی اولاد اطہار جن کے بارے میں حضورﷺ کے ارشادات بڑی کثرت سے وارد ہوئے ہیں۔قرآن پاک بھی اس معتدل نظریہ کی تائید کرتا ہے۔

> والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التنھم من عملھم من شئی - طور ۲۱
>
> ترجمہ: یعنی جو ایمان والے ہیں ان کی اولاد اگر ایمان والی ہے تو ہم ان کو بھی ان کے ساتھ ملحق کردیتے ہیں اگر عمل میں برابر نہ بھی ہوں تو بھی برابر کردیں گے۔

یہی بات حضرت ابن عباس سے بھی منقول ہے۔

بروئے قرآن وحدیث کل قیامت کے دن حضور کے ساتھ آپ کی اگلی اور پچھلی تمام نیک اور مومن اولاد ساتھ ہوں گی اور ان سے محبت کرنے والوں کے لئے شفاعت کا سامان ہوگا اور جنہوں نے انہیں ستایا یا تحقیق کے نام پر فتوے لگائے وہ کس منہ سے حضورﷺ کا سامنا کر سکیں گے کیونکہ ان کے خلاف آپﷺ کی اولاد کی طرف سے مدعی خود سرور کائنات ہوں گے۔

بزرگوں کو اپنی اولاد کا خیال رہتا ہے:

اسی بحث کے دوران حضرت تھانوی ایک واقعہ درج فرماتے ہیں جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بزرگوں کو اپنی اولاد کا کتنا لحاظ رہتا ہے فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی صاحبہ اپنے گھر پر لڑکیوں کو پڑھاتی تھیں اور کسی سے معاوضہ وغیرہ کچھ نہ لیتی تھیں ایک مرتبہ یہاں ایک سید کی لڑکی پڑھنے آئی وہ فرماتی تھیں کہ اسی روز رات کو میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمارہی ہیں کہ عمدۃ النساء دیکھو میری بچی کو محبت سے پڑھانا۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ ''اسی طرح اور بہت سی بشارتیں اور منامات ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل اللہ کو اپنی اولاد کا خیال رہتا ہے۔

حضور اکرمﷺ کو تو کہیں زیادہ خیال ہے جیسا کہ

> حضرت حسینؓ کی شہادت کے دن حضورﷺ کو خواب میں حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ابن عباسؓ دونوں نے دیکھا کہ آپ پریشان حال جسم و چہرہ مبارک غبار آلود ہے اور ہاتھ میں خون سے بھری ہوئی شیشی ہے فرماتے ہیں کہ میں حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کا خون جمع کر کر آرہا ہوں۔[1]

حافظ سخاوی نے استجلاب میں کئی واقعات اس قبیل کے ذکر کئے ہیں جن میں یہ بیان ہے کہ آل رسولﷺ میں کسی کو سکھ پہنچانے پر حضورﷺ خوش نظر آتے ہیں اور دکھ و تکلیف دینے پر حضورﷺ ناراض اور دکھی دکھائی دیتے ہیں اور اعراض فرماتے نظر آتے ہیں۔

---

[1] ترمذی مع التحفۃ ۲۷۵/۱۰

فاروق اعظمؓ کی حضور ﷺ سے رشتہ دامادی کے لئے کوشش:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ام کلثومؓ بنت علیؓ نواسی رسول ﷺ سے شادی کا واقعہ اہم اور نہایت سبق آموز ہے جہاں اس میں صحابہ کرام بالخصوص خلفاء راشدین کے گھریلو تعلقات کا پتہ چلتا ہے اس سے زیادہ رشتہ نبوی کی اہمیت وقعت اور درجہ معلوم ہوتا ہے۔

حافظ سخاوی نے استجلاب میں ابن سحاق نے اپنی سیرۃ میں اور دیگر محدثین نے بھی مختلف سندوں سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ

> حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی بیٹی حضور ﷺ کی نواسی سیدہ ام کلثومؓ بنت فاطمہؓ کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادوں حضرت ام کلثومؓ کے بھائیوں حضرات حسنینؓ سے فرمایا کہ ام کلثومؓ کی شادی حضرت عمرؓ سے کردیں انہوں نے فرمایا کہ یہ بھی عام عورتوں کی طرح ہیں خود فیصلہ کرلے اس پر حضرت علیؓ ناراض ہوکر اٹھے تو حضرت حسینؓ نے آپ کا دامن تھاما اور فرمایا کہ اے ہمارے بابا آپ کی ناراضگی اور فرقت ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے چنانچہ انہوں نے سیدہ ام کلثومؓ کو حضرت عمرؓ سے بیاہ دیا حضرت عمرؓ سے کہا گیا یہ تو ابھی چھوٹی بچی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔
>
> كل سبب و نسب ينقطع يوم القيامة إلاسببي و نسبي وكلّ ولدأم فإنّ عصبتهم لأبيهم ماخلا ولدفاطمه فإنّي أناأبوهم وعصبتهم.(۱)

---

۱ سیرۃ ابن اسحاق ۲۳۲ الاستجلاب ۱۲۲

ترجمہ:

''ہر تعلق اور نسب قیامت کے دن ختم ہو جائیں گے سوائے میرے تعلق اور نسب کے اور ہر بچہ ماں کا اس کا عصبہ اس کے والد کی طرف ہوتا ہے سوائے فاطمہؓ کی اولاد کا کیونکہ ان کا عصبہ اور باپ میں ہی ہوں''

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس لئے میں نے پسند کیا کہ میرے اور حضور ﷺ کے درمیان بھی تعلق ونسبت رشتہ صہری قائم ہو (تاکہ قیامت کے دن یہ رشتہ نجات کا فائدہ دے) اور خوشی سے لوگوں کو کہتے کہ لوگو تم مجھے مبارکباد دو کہ میرا حضور ﷺ سے رشتہ دامادی قائم ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ کی روایت کردہ یہ حدیث آپ کے علاوہ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت مسور بن مخرمہ سے بھی مروی ہے۔ [1]

امام شامی کا فیصلہ وفتویٰ:

آخر میں امام شامی اپنے عقیدہ کا اظہار اس والہانہ انداز سے فرماتے ہیں۔

بشهادة ماتقدم من النصوص الدالة على أن نسبه الشريف نافع لذريته الطّاهره وأنهم أسعد الانام فى الدنيا والآ خره لقد أكرم فى الدنيا مواليهم حتى حرم أخذالزكاة عليهم و ماذالك إلالا نتسا بهم إليهم ولم يفرق بين طائعهم وعاصيهم فكيف ومع أنهم مكرّم لأجلهم ومتفضل على غير هم لفضلهم منتسبون نسبة حقيقة إلى أشرف المخلوقات وأفضل اهل الأرض والسّموات الذى أكرمهٗ تعالىٰ بمالا يبلغ لاقله خلق الكون لأجله و شفعه بمالايحضى من اهل الكبائر المصرين عليها فضلاً عن الصغائر وأسكنهم لأجله فسيح الجنان وسبل عليهم رداء العفووالغفران افلايكرمه بانقادولده الذين هم بضعة من جسده ويرفعهم الى الدرجة العليا كما رفعهم على أعيان الآ نام فى الدنيا و حاشاه صلى

---

[1] مجمع الزوائد 183/9 معرفة الصحابة لأبي نعيم 54/1 معجم طبرانی 282/4 سنن الكبرىٰ 101/7 188/7

الذرية الطاهرة 114 [2] مجموعہ رسائل 5

الله عليه وسلم أن يشفع بالأباعد ويضيعهم و ينسى قرابتهم له ويقطعهم۔ مجموعه رسائل[1]

عترت نبوی صحابہ کرام و اکابرین امت کی نظر میں:

یوں تو اس موضوع پر ایک مستقل ضخیم تصنیف وجود میں آ سکتی ہے لیکن چند ایک واقعات پر اکتفا کیا جائیگا۔

خلیفہ رسول ﷺ اور آل رسول ﷺ:

خلیفہ رسول ﷺ افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں بخاری شریف میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

إرقبوا محمد أ في أهل بيته[2]

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ

حضور اکرم ﷺ کے اہل بیت کی رعایت کرو اور احترام و اکرام کرو۔ ان کا حضور سے رشتہ کے سبب حد درجہ تعظیم و تکریم کرو اور ان کے حقوق کی دیکھ بھال کرتے رہو۔[3]

یہ خلیفہ رسول ﷺ کی امت کو اہل بیت کے بارے میں وصیت ہے۔

اور بخاری شریف میں ہی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

"والذی نفسی بیده لقرابة رسول الله أحب إلىّ أن أصل من قرابتی"[4]

اللہ کی قسم میرے نزدیک حضور ﷺ کے قرابت دار اپنے رشتوں سے زیادہ صلہ رحمی کے لائق و مستحق ہیں۔

شبیہ الرسول ﷺ:

ایک صحیح روایت میں ہے کہ

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت حسنؓ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا

---

[1] مجموعہ رسائل ۵ [2] بخاری مع فتح الباری ۴۳/۷ [3] ریاض الصالحین [4] بخاری ۱۴۳/۳

میرے باپ کی قسم میں ایسے آدمی کو اٹھائے ہوئے ہوں جو نبی کا شبیہ ہے علی کا شبیہ نہیں ہے اور حضرت علیؓ مسکرا رہے تھے۔[1]

حسن حسنؓ کو دیکھ حسینؓ حسین کو دیکھ — دونوں میں جلوہ ریز جمال رسول ہے

ابوبکرؓ اور اہل بیت کی تعظیم:

دارقطنی میں یہ روایت ہے کہ

حضرت حسنؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے آپ اس وقت منبر رسول ﷺ پر تھے انہوں نے آکر کہا میرے باپ (حضور ﷺ) کے منبر سے اتر آئیں آپؓ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے خدا کی قسم یہ جگہ تیرے باپ ہی کی ہے پھر آپ نے انہیں پکڑ کر گود میں بٹھا لیا اور رو پڑے۔[2]

یہ محبت اور تعظیم کی اعلیٰ مثال ہے۔

تکریم اہل بیت حضور ﷺ کی دلداری ہے:

حضرت انسؓ کا ارشاد ہے کہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ

حضرت علیؓ آئے اور سلام کہنے کے بعد کھڑے ہو کر بیٹھنے کے لئے جگہ دیکھنے لگے حضور ﷺ صحابہ کرام کے چہروں کے طرف دیکھنے لگے کہ کون ان کے لئے جگہ بناتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ آپ کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے آپ اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور ان کے لئے جگہ خالی کر دی اور فرمایا ابوالحسن یہاں تشریف لایئے وہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر کے درمیان بیٹھ گئے حضور ﷺ کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا۔ اہل فضل کی فضیلت صاحب فضل ہی جانتا ہے۔[3]

اسی طرح کا واقعہ حضرت ابوبکرؓ کا حضرت عباسؓ عم الرسول کو جگہ دینے کا بھی آتا ہے۔

سادات کی زیارت بھی عبادت ہے:

ابن عبدالبر مالکی نے لکھا ہے کہ

[1] بخاری مع الفتح ۷۷ مسند احمد ۸ [2] صواعق محرقہ بحوالہ دارقطنی ۵۹۲ [3] صواعق محرقہ ۳۹۵

حضرت ابو بکرؓ حضرت علیؓ کے چہرہ انور کو بار بار دیکھا کرتے تھے تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے تو فرمایا کہ "میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ علیؓ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔" [1]

اور حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ کبھی حضرت عباسؓ سے سوار حالت میں نہیں ملتے تھے بلکہ سواری سے اترتے اور حضرت عباسؓ کی سواری کا رکاب تھامتے تھے علاوہ ازیں بہت سی روایات آپکے سادات کے ساتھ خصوصی لگاؤ و محبت اور انکی دیکھ بھال کے جذبہ کو بیان کرتی ہیں۔

فاروق اعظم اور اہل بیت

سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے حضرت عباسؓ کے اسلام لانے پر ان سے فرمایا:

حضور کی خوشی میں خوشی:

"واللہ لإسلامك يوم أسلمت كان أحب إليّ من اسلام الخطاب (يعني والده) لوأسلم لأن إسلامك كان أحب إلى رسول الله من إسلام الخطاب". [2]

ترجمہ:

اللہ کی قسم آپ کا اسلام لانا جب آپ اسلام لائے میرے لئے زیادہ پسندیدہ تھا میرے والد خطاب کے اسلام لانے سے اگر وہ لاتے کیونکہ آپ کے اسلام سے جو خوشی حضور ﷺ کو ہوئی وہ میرے والد کے اسلام سے نہ ہوتی۔

یعنی چچا کے اسلام سے زیادہ خوشی ہوئی۔

قرب الی اللہ کے لئے قربیٔ رسول سے قرابت و تعلق:

---

[1] المستدرک ۱۴۲ ج۳ صواعق محرقہ ۹۴ [2] الشفاء ۲۳ مجمع الزوائد ۲۶۸

ابن عبد البر مالکی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو بارش کے لئے وسیلہ بنا کر فرمایا۔

''اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا کے ذریعے تیرا قرب چاہتے ہیں اور ان کے ذریعے شفاعت طلب کرتے ہیں پس تو اس بارے میں اپنے نبی کا ایسے لحاظ فرما جیسے تو نے دو لڑکوں کا ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا تھا''[1]

ابن قتیبہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا

اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا اور بقیہ آبا اور کثرت رجال کے ذریعہ تیرا قرب طلب کرتے ہیں کیونکہ تیرا قول برحق ہے۔ أما الجدار فكان لغلامين يتيمين اے اللہ تو نے ان دونوں سے ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا تھا اے اللہ اپنے نبی کا آپ ﷺ کے چچا کے معاملہ میں لحاظ فرما ہم اس کے ذریعے شفاعت طلب کرتے ہوئے تیرے قریب ہوئے ہیں۔[2]

محدث ابن حجر ھیثمی نے ابن عساکر کی تاریخ دمشق کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہجرت کے سترہویں سال عام الرمادہ کو لوگوں نے بار بار نماز استسقاء پڑھی مگر بارش نہ ہوئی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ

''کل میں اس شخص کے ذریعے بارش طلب کرونگا کہ اللہ تعالی اس کے واسطے سے ہم پر بارش برسا دیں گے''

دوسرے دن صبح کو آپ حضرت عباسؓ کے گھر تشریف لے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا انہوں نے دریافت کیا کون ہے آپ نے فرمایا، عمرؓ، انہوں نے کہا کیا کام ہے آپ نے فرمایا باہر تشریف لائے ہم آپ کے ذریعے اللہ تعالی سے بارش طلب کرنا چاہتے ہیں انہوں نے کہا تشریف رکھئے۔ اس کے بعد انہوں نے بنی ھاشم کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ پاک ہو کر اچھے کپڑے زیب تن کر لیں۔ جب وہ آئے تو آپ نے خوشبو نکال کر انہیں خوشبو لگائی پھر باہر نکلے تو حضرت علیؓ آپ کے سامنے آگے کی طرف تھے اور ان کے دائیں

---

1 صواعق محرقہ ۱۷۹ 2 صواعق محرقہ ۱۷۹ صواعق محرقہ ۱۷۹

بائیں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور پیچھے پیچھے بنو ہاشم تھے حضرت عباسؓ نے فرمایا
اے عمرؓ دوسرے لوگوں کو ہمارے ساتھ نہ ملانا۔ پھر آپ مصلی پر تشریف لائے اور
کھڑے ہو کر حمد وثنا کی اور کہا اے اللہ تو نے ہمیں ہمارے مشورہ کے بغیر پیدا کیا اور تو
ہماری پیدائش سے پہلے ہمارے اعمال کو جانتا ہے پس تیرے علم نے تجھے ہمارے رزق
کے متعلق نہیں روکا اے اللہ جیسے تو نے اس کے شروع میں فضل کیا ہے اس کے آخر میں
بھی فضل فرما حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم تھوڑی دیر بھی نہ ٹھہرے تھے کہ خوب بادل برسا
اور ہم گھروں کو پانی میں چلتے ہوئے آ گئے۔[1]

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ بھی حضرت ابوبکرؓ کی طرح کبھی بھی سوار حالت میں حضرت عباسؓ سے نہیں ملتے تھے بلکہ سواری سے اترتے اور دوڑ کر حضرت عباسؓ کے سواری کا رکاب تھامتے۔ یہ اس لئے کہ ان کا ادب دراصل حضور ﷺ کا ادب ہے۔

اہل بیت کی عیادت وزیارت عبادت ہے:

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کئی سندوں سے یہ واقعہ آتا ہے کہ انہوں نے حضرت زبیر بن عوامؓ سے فرمایا کہ

> ہمارے ساتھ چلئے ہم حضرت حسن بن علیؓ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت زبیر سے تھوڑی دیر ہوئی تو فرمایا: ''کیا آپ کو علم نہیں کہ بنی ہاشم کی عیادت فرض اور انکی زیارت نفل ہے''۔[2]

حضور اکرم ﷺ حضرات حسنینؓ کو کندھوں پر اور گود میں اٹھائے پھرتے تھے اور مسجد میں بھی برسر منبر ان کو گود میں رکھتے تھے اور ان کی دلداری کرتے دعائیں فرماتے چومتے تھے۔ بالکل اسی طرح حضرات شیخین حضرت ابوبکرؓ و

---

[1] صواعق محرقہ ص ۵۹۲ [2] سابق ص ۵۸۹

عمرؓ سے بھی منقول ہے ایک دفعہ سیدنا عمرؓ نے حضرت حسنؓ کو مسجد میں دوران خطبہ گود میں اٹھایا اور فرمایا کہ ہم نے یہ بلندی آپ کے والد (نبی ﷺ) کے ذریعے حاصل کی۔

اہل بیت سب پر مقدم ہیں:

ایک دفعہ حضرت سیدنا عمرؓ گھر پر تشریف فرما تھے آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضرت ابن عمر نے اجازت چاہی تو نہ ملی اسی اثناء میں حضرت حسن بھی تشریف لائے انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہیں ملے گی یہ سوچ کر واپس ہوئے حضرت عمرؓ کو ان کے آنے اور واپسی کی اطلاع ہوئی تو بلوانے کے لئے بھیجا آئے تو حسنؓ سے فرمایا آپ کیوں واپس ہوئے انہوں نے فرمایا کہ میں نے سوچا کہ جب ابن عمر کو اجازت نہ ملی تو مجھے بھی نہ ملے گی۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"ابن عمر کا آپ سے کیا موازنہ آپ کو اجازت کی ضرورت ہی نہیں جب چاہیں چلے آئیں"

دلداری حسنینؓ کے لئے ہمہ وقت بے چین:

ایک دفعہ یمن سے کچھ حلے آئے جنہیں حضرت عمرؓ نے تقسیم فرمایا ان میں حضرات حسنینؓ کے برابر کا نہ تھا تو آپ اتنے زیادہ افسردہ خاطر ہوئے کہ آبدیدہ ہوگئے فوراً یمن پیغام بھیجا کہ حضرات حسنینؓ کے برابر کے حلے بنا کر بھیجیں جب حلے بن کر آئے تو خود پہنایا اور چین نصیب ہوا۔ کیا ہی کہنے اس عقیدت و وارفتگی کے۔ عطایا ہدایا اور روزینہ جات میں حضرات حسنینؓ اور دیگر خاندان نبوت کو سب سے زیادہ حصہ عطا فرماتے تھے۔

قرابت رسول سے اس طرح پیش آئیں:

حضرت زید بن ثابتؓ کی والدہ کا انتقال ہوا جنازہ کی نماز کے بعد واپسی پر حضرت عبداللہ بن عباس نے اکراماً حضرت زید بن ثابت کے خچر کی لگام پکڑ کے چلنے لگے تو حضرت زید نے منع فرمایا کہ یہ بے ادبی ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ہمیں اہل علم کے ساتھ یہی معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس پر حضرت زید نے حضرت ابن عباس

کا ہاتھ کھینچا بوسہ دیا اور فرمایا کہ "قرابت رسول سے اس طرح پیش آنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔" (۱)

عمر ثانی اور اہل بیت:

حضرت علی زین العابدینؑ کی بیٹی سیدہ فاطمہ فرماتی ہیں کہ میں کسی کام سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس حاضر ہوئی اس وقت وہ مدینہ کے امیر تھے تو انہوں نے وہاں موجود تمام لوگوں کو نکال دیا اور فرمایا

اے علی کی بیٹی خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی خاندان آپ کے خاندان سے زیادہ مجھ کو عزیز و محترم نہیں اور میرے گھر والوں سے بھی آپ کہیں زیادہ عزیز ہو۔[۲]

اولاد کی راحت سے انہیں بھی راحت ملتی ہے:

حضرت حسن المجتبیٰ کے پوتے عبداللہ بن حسن المثنیٰ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس نوعمری میں آئے آپ کے بال لمبے تھے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے آپ کو بلند جگہ پر بٹھایا اور ان کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کی قوم نے آپ کی ملامت کی اس پر آپ نے فرمایا:

"مجھ سے ثقہ آدمی نے بیان کیا ہے اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اسے حضورؐ کے منہ سے سن رہا ہوں کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اس کو خوش کریگا اس سے میں خوش ہونگا، اور میں جانتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہؑ زندہ ہوتیں تو میں نے ان کے بیٹے سے جو سلوک کیا ہے اس سے وہ خوش ہوتیں"۔[۳]

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن حسن بن حسن آپ کے پاس کسی حاجت سے تشریف لائے تو آپ نے انہیں کہا کہ آپ کو جب کوئی ضرورت ہوتو مجھے پیغام بھجوادیا کریں یا لکھ دیا کریں کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر دیکھے۔[۴]

انہی حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے ہی اہل بیت پر لعن و طعن کے رواج کو ختم کردیا اور تمام عمال کو سختی سے حکم جاری کیا کہ

۱۔ الشفاء ۴۹ ج ۲ الاستجلاب ۱۵۰ جامع البیان العلم ج ۵۵۱ ۲۔ الاستجلاب ص ۱۵۱ ۳۔ صواعق محرقہ ص ۸۹ ۴۔ الاستجلاب ص ۱۵۰ الشفاء ۴۹ ج ۲

اہل بیت کے حقوق کی بہت پامالی ہو چکی ہے اس کے ازالہ کی کوشش کرو اور ان کے اکرام اور حقوق کی نگہبانی میں کوئی کسر نہ رکھو۔

قرابت رسول ﷺ سے پہنچنے والی تکلیف کو تکلیف ہی نہ جانا:

حضرت امام دار الہجرہ مالک بن انسؓ نے بھی محبت اہل بیت میں دردناک مصائب برداشت کئے ہیں۔ والی مدینہ جعفر بن سلیمان عباسی جو کہ اولاد عباسؓ عم الرسول میں سے تھے جب انہوں حضرت امام صاحب کو زدوکوب کیا اور کوڑے مارے تو آپ نے اسی وقت اس کو معاف کر دیا کہ کہیں میری وجہ سے بعد میں قرابت رسول میں کسی کو کوئی سزا ہو فرمایا۔

"اعوذ بالله والله مارتفع سوط عن جسمی إلا وقد جعلته فی حلّ لقرابته من رسول الله"[1]

اہل بیت کی تکریم عین حضور ﷺ کی تکریم ہے:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ تو محبت خاندان نبوت میں ہی شہید ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک کی روایت ہے کہ جب امام صاحب کی ملاقات حضرت امام محمد بن علی الباقر سے ہوئی تو آپ نے تعظیماً فرمایا کہ آپ تشریف رکھیں جیسے آپ کی شان کے لائق ہے پھر ہم بیٹھ سکیں گے پھر فرمایا۔

"واللہ آپ کا احترام ہمارے لئے اس طرح لازم ہے جس طرح آپ کے نانا حضرت محمد ﷺ کا احترام آپ کے صحابہ پر لازم تھا اور وہ کرتے تھے"

امام اعظم اور اہل بیت

شیخ الاسلام جوینی فرائد السمطین میں امام صاحب کی مودت اہل بیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وقدكان الامام الاعظم ابوحنيفة رضى الله عنه من المتمسكين بولاء اهل بيته الطّاهرين و المتنسكين بالا نفاق على المستورين منهم والظاهرين حتى قيل انه، بعث إلى المستتر منهم فى ايامه اثنيى عشر

---

[1] الاستجلاب ص ۱۵۲ الشفاء ص ۱

الف درهم دفعة واحدة كرامة له ۔ وكان يأمر أصحابه برعاية أحوالهم وتحقيق آمالهم والاقتضاء لآثارهم والاهتدا بأنوارهم ۔ ؎

ترجمہ: تحقیق امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اہل بیت کے دوستداروں میں سے تھے اور اپنا مال اہل بیت کے خفیہ اور ظاہر ائمہ پر نچھاور کرنے والوں میں سے تھے کہا جاتا ہے کہ آپ نے اہل بیت کے ایک بزرگ کو جو کہ حکومت وقت سے چھپے ہوئے تھے کو بارہ ہزار درھم یکمشت پیش خدمت فرمایا بطور اکرام کے۔ امام صاحب اپنے ساتھیوں کو اہل بیت کی رعایت احوال اور ضروریات کی فراہمی اور ان کی اقتداء کا حکم فرماتے تھے

امام شافعی اور حب اہل بیت:

امام شافعی پر حب علی و اہلبیت کے سبب رفض کا الزام دھرا گیا۔ لیکن حقیقت میں رفض حب سادات کا نام نہیں بلکہ سب صحابہ علامت رفض ہے۔ مزید وضاحت کیلئے امام شافعی کے مکمل اشعار درج کیے جاتے ہیں جس میں انہوں نے لوگوں کے طعنوں کا جواب دیتے ہوئے حقیقت کو واضح کیا ہے۔ فرمایا۔

قالوا ترفضت؟ قلت كلّا — ما الرفض ديني ولا اعتقادي
لكن توليت غير شك — خير امام و خير هادي
ان كان حب الولي رفضاً — فانى ارفض العبادي ؎

ترجمہ: لوگ کہتے ہیں کہ میں رافضی ہوگیا۔ میں نے کہا ہرگز ہرگز رفض میرا دین ہے نہ عقیدہ۔ لیکن میں نے بہترین امام اور ہادی (علی) سے بے شک دوستداری کی ہے۔ اگر علی کی محبت رفض ہے۔ میں سب سے بڑا رافضی ہوں۔

ایک اور موقعہ پر فرمایا

يا راكبا قف بالمحصب من منىً — واهتف بقاعد خيفها والناض
سحراً اذا فاض الحجيج الى منىً — فيضا كملتطم الفرات الفائض
انى أحب بنى النبى المصطفىٰ — وأعدّهٔ من واجبات فرائضى

؎ فرائد السمطین ص ۴۴۳ ج ۲ ؎ فرائد السمطین ص ۴۴۳ ج ۱

لو كان رفضاً حب آل محمد   فليشهد الثقلان أني رافضي [1]

ترجمہ: اے سوار منیٰ کے مقام محصب پر کھڑے ہوکر میدان خیف کے بیٹھنے والوں اور کھڑے لوگوں کو آواز دو جب سحر کو حجاج مزدلفہ سے منیٰ کی طرف وادی کے سیلاب کی طرح امڈتے ہیں کہ میں نبی مصطفیٰ سے محبت کرتا ہوں اور اس کو واجبات دین میں سمجھتا ہوں اگر محبت اہل بیت کا نام رفض ہے تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں بھی رافضی ہوں۔

ابیات شریفہ کا خلاصہ یہ ہے کہ پوری دنیا اس بات اور عقیدے سے مطلع ہو جائے کہ میں اولاد نبی سے محبت کرتا ہوں اور اس کو اپنے عقیدے کا حصہ اور فرائض دین میں سمجھتا ہوں۔ میرے حب آل محمدؐ پر طعنہ دینے والے اگر محبت اہل بیت کو رفض کہتے ہیں تو وہ جان لیں کہ میں بھی رافضی ہوں۔

ایک مرتبہ امام شافعیؒ ایک جگہ مجلس میں تشریف لائے جہاں آل ابی طالب کے بعض اہل علم تھے امام صاحب نے کہا میں ان حضرات کے سامنے کلام نہیں کروں گا یہ لوگ اہل فضل وکمال ہیں۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے امام شافعی سے کہا کہ آپ کے اندر تشیع کی خوبو ہے آپ آل نبیؐ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا! کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ۔

لايؤمن أحدكم حتى أكون أحب اليه من والده وولده والناس أجمعين. (۲)

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس والد اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ ہو جاؤں۔

اور فرمایا! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ متقی لوگ میرے دوست اور قرابتدار ہیں اور متقی اور نیک رشتہ داروں سے محبت کا حکم ہے۔ میں ایسی صورت میں رسول اللہ ﷺ کے نیک رشتہ داروں سے کیوں نہ محبت کروں پھر اپنے مشہور اشعار کہے۔

بعض تاریخوں میں یہ بھی نقل ہے کہ آپ نے ہارون الرشید کے دور میں اہل بیت کے کسی تحریک کے ساتھ

---

[1] تاریخ دمشق ابن عساکر ص ۲۳ ج ۳   [2] بیہقی ۱۸۹ ج ۲   مجمع الزوائد ۸۸ ج ۱

بھی دیا اور بیعت بھی کی۔ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف کتاب الام میں باغیوں کے بارے میں معاملات کے اسلامی فقہی مسائل آپ نے حضرت علی کی لڑائیوں سے مستنبط کیا ہے اور حضرت علی کے افعال و اقوال کو دلیل بنایا ہے۔ بعض لوگوں نے اسی کو دلیل بنا کر آپ پر شیعیت کا الزام لگایا۔

امام احمد بن حنبل اور اھلبیت

امام احمد بن حنبل فقہ وحدیث کے جلیل القدر صاحب رسوخ امام تھے اور کسی شرعی حکم کے اظہار میں کس قسم کے ملامت اور ایذا کو خاطر میں نہیں لاتے تھے آپ کے دور میں مسئلہ خلق قرآن مشہور ہے جس میں آپ نے حفاظت قرآن کا حق ادا کیا اسی طرح دوسرے اعتقادی مسائل میں آپ کی رائے عین صواب اور موافق کتاب ہے آپ کے دور میں کوئی تحریک سادات کی نہیں اٹھی بلکہ عباسی آپس میں اختلافات کا شکار رہے البتہ ناصبیت کا زور متوکل کے دور میں ہوا تو آپ نے جذبہ احقاق حق وابطال باطل کے تحت آپ نے فتنہ ناصبیت کی بھرپور تردید فرمائی اور سیدنا علی المرتضی کا اور اہل بیت کی کماحقہ دفاع کیا ذیل میں آپ کے کتب مناقب میں سے آپ کا مذہب وعقیدہ کے چند نمونے درج کئے جاتے ہیں۔

علی کا دفاع

ثم نرى أحمد يعترف بخلافة علي رضى الله عنه ويراها خلافة ويصرح بذالك فيقول "من لم يثبت الإما مة لعليّ فهوأضل من حمار ......
سبحان الله! يقيم الحدود ويأ خذ الصدقه ويقسمها بلا حق وجب له أعوذ بالله من هذا المقالة نعم خليفه رضيه أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وصلوا خلفه وغزوامعه وجاهدوا وحجوا وكان يسمونه أمير المومنين راضين بذالك غير منكرين فنحن له تبع [1]

ہم دیکھتے ہیں کہ امام احمد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اللہ کے خلافت کو برحق سمجھتے تھے اور اس کی تصریح بھی فرمائی فرمایا

" جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی امامت (خلافت) کو تسلیم نہیں کرتا وہ گدھے سے بھی

[1] مناقب ابن حنبل ص ۱۴۱ ابن حنبل ص ۱۱۹

زیادہ گمراہ واحمق ہیں ...... سبحان اللہ آپؓ نے حدود شرعی قائم کیے اور صدقات واجبہ وصول کیے اور تقسیم کئے بغیر استحقاق کے'' میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ایسی باتوں سے کیا ہی خوب خلیفہ ہے کہ ان پر اصحاب رسول راضی ہیں ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے ہیں ان کے ساتھ مل کر جہاد کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں وہ اور آپؓ کو امیر المومنین کے لقب سے پکارتے ہیں یہ رضا مندی اور صدق دل کے ساتھ تھا اور ہم تو ان کے تابع ہیں''

احمد بن حنبلؒ کا ناصبیوں سے علیؓ کا دفاع

اور امام ابن جوزی کے مناقب احمد کا حوالہ کے ساتھ ابو زہرہ اپنی کتاب ابن حنبل میں لکھتے ہیں۔

ویشتد فی الدفاع عن علی رضی اللّٰہ عنه عند مانجد أحدا یمسّه أویمسّ خلافته وذالك لأنه فی عهدالمتوكل قد كثر الطعن فی ذالك الامام العادل سیف الاسلام إذكان المتوكل ناصبیا أی من الذین یناصبون علیاً العداوة ویطعنون فیه فكان أحمد یرد أقوالهم ویذ كر خلافة علیّ ومناقبه رضی اللّٰہ عنه فیقول "إنّ الخلافة لم تزین علیاً بل علیٌّ زینها" ویقول علی إبن أبی طالب من أهل البیت لایقاس بهم أحدٌ" ویقول مالأحدٍ من الصحابة من الفضائل بالأسانید الصحاح مثل ما لعلیٍّ رضی اللّٰہ عنه"[1]

امام احمد رحمتہ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دفاع بڑے شد و مد سے کرتے تھے جب بھی کوئی آپ کے شان میں طبع آزمائی کرتا کیونکہ وہ زمانہ متوکل عباسی کا تھا اور اس دور میں حضرت علی پر شدید طعن و تشنیع کی جاتی تھی کیونکہ متوکل بھی ناصبی تھا جو حضرت علی کی دشمنی کے علمبردار تھے اور آپ پر طعن کرتے تھے تو امام احمد ان کی باتوں کا جواب دیتے

---

1. مناقب احمد ابن حنبل ص ۲۴۳ ابن حنبل ص ۱۱۹

اور آپؓ کے فضائل مناقب آپ کی خلافت کی حقانیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ''بے شک خلافت نے علی کو زینت نہیں بخشی بلکہ علی نے خلافت کو زینت بخشی'' اور فرماتے ''علی بن أبی طالب اہل بیت میں سے ہیں ان پر کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا'' اور فرماتے ''کسی بھی صحابیؓ کے بارے صحیح اسانید کے ساتھ اتنے فضائل منقول نہیں۔ جتنے کہ سیدنا علیؓ کے بارے میں ہیں''

اتباع اہل بیت کی تصویب اور عادلانہ دفاع

الناس علی دین ملوکھم کے مصداق لوگ ہر اس علمی شخصیت پر ناحق طعن کرتے تھے جن کا مذہبی سوچ شاہوں کے مذہب سے موافقت نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی رائے ویسی تھی جو کہ اکابر ائمہ اہل سنت کی تھی اور ضرورت اور غیرت دینی کے وجہ سے حضرت علی کا دفاع کرتے اور ان کے فضائل ومناقب علی الا علان بیان فرماتے تھے تو ناصبی ذہن رکھنے والے لوگ اور خاندانی رقابت رکھنے والے امراء آپ پر تشیع کا ناحق الزام دھرتے تھے اور آپ سے ان الزامات کے جواب میں اشعار بھی مشہور ہیں جن کو ہم نے درج کردیا ہے۔ الزامات کے اس تشیعی سیلاب سے بڑے اہل علم پر متاثر ہوئے۔ امام آبری کی مناقب شافعی میں یہ واقعہ درج ہے۔

قيل لأحمد إن يحيى بن معين ينسب الشافعي إلى الشيعة، فقال أحمد ليحيىٰ بن معين: كيف عرفت ذالك؟ فقال يحيىٰ نظرت في تصنيفه في قتال أهل البغي فرأيته قداِحتج من أوله إلىٰ آحزه بعلي إبن أبي طالب، فقال أحمد: يا عجباً لك فيمن كان يحتج الشافعي في قتال أهل البغي؟ فإن اول من أبتلي من هذه الامة بقتال أهل البغي هو علي إبن أبي طالب فخجل إبن معين[1]

''امام احمد بن حنبلؒ سے کہا گیا کہ یحیی بن معینؒ امام شافعیؒ کو تشیع کی طرف منسوب کرتے ہیں امام احمدؒ نے یحیی بن معینؒ سے پوچھا کہ تم نے یہ کس طرح سمجھا؟ یحیی بن معین نے

---

[1] ابن حنبل ص ۱۲۰ الشافعی ص ۴۸

جواب دیا کہ میں نے امام شافعیؒ کے تصنیف (کتاب الام) میں باغیوں سے قتال وجنگ کے مسائل دیکھے تو میں نے آپ کو شروع سے آخر تک حضرت علیؓ سے استدلال واحتجاج کرتے پایا۔ اسپر امام احمدؒ نے فرمایا کہ تم پر تعجب ہے امام شافعیؒ ان سے استدلال نہ کرتے تو کس سے کرتے ان مسائل میں۔ کیونکہ اس اُمت میں سب سے پہلے باغیوں سے جنگ کرنے سے صرف علی کرم اللہ کو سابقہ پڑا ہے۔ اسپر ابن معین شرمندہ ہوا''

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو صرف اسے لئے بدنام کرنے کی کوشش کی گئی کہ وہ ایک محب اہل بیت کو قریب رکھتے تھے اور ان کو ثقہ کہتے تھے ان کا یہ معمول تھا کہ ان کے مجلس میں جب بھی کوئی قریشی آتا تو ان کو مقدم فرماتے تھے۔ امام احمد جب جیل میں تھے تو امام ابو حنیفہ کو حب اہل بیت کے جرم میں پہنچنے والی اذیتوں اور شہادت کو یاد کر کے روتے تھے اور معتصم کو جس نے آپ کو سزادی تھی اسکے حضرت عباس کی اولاد ہونے کی وجہ سے اسکی مغفرت کیلئے دعا کرتے تھے امام نسائی کو دمشق میں حضرت علی کے فضائل بیان کرنے پر اتنا مارا کہ آپ کی جان چلی جاتی آپ پر بھی تشیع کا الزام ہے۔

محدثین کرام کے ہاں اہل بیت کا مقام:

محدثین کرام کے ہاں ائمہ اہل بیت سے سماع حدیث وروایت حدیث بہت ہی متبرک اور باعث فخر ہے۔ چنانچہ محدثین کے ہاں حدیث کی وہ سند جس کے تمام راوی یا اکثر راوی جو کہ مسلسل ہو اگر سادات کرام ہو تو ایسی سند کو سلسلہ ذھب قرار دیتے ہیں یہ ان سادات کے تقوی تدین اور حضور سے نسبت کے باعث محدثین کی ان سے عقیدت کا اظہار ہے۔

نمونہ کے لئے ایک سند کا تذکرہ برائے تبرک کیا جاتا ہے محدث ابن حجر ہیتمیؒ نے صواعق محرقہ میں امام مناویؒ نے شرح جامع الکبیر میں اور حضرت مدنیؒ نے مکتوبات شیخ الاسلام میں حضرت شیخ الحدیث سرفراز خان صفدر نے شوق حدیث میں اور مولانا ابوالکلام آزادؒ نے تذکرہ میں اور دیگر محدثین نے اپنے کتابوں میں واقعہ درج کیا ہے۔

حضرت امام علی رضاؑ سے محدثین کی سماع حدیث

امام حاکم تاریخ نیشاپور میں لکھتے ہیں کہ

''حضرت امام علی الرضا بن موسی الکاظمؑ جب نیشاپور تشریف لائے تو لوگوں کے حد درجہ ازدحام سے نیشاپور کا عجیب صورت حال تھی بیک وقت ہزاروں آدمیوں کے ہجوم و مرور سے تمام شہر گردوغبار میں چھپ گیا تھا راستوں میں راہ گیر ایک دوسرے کو سوجھائی نہیں دیتے تھے۔ بیس ہزار آدمیوں نے آپ کے خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے اپنے آباء کرام کے سند سے حدیث کے روایت کی التجا کی تا کہ اہل بیت کرام کے سلسلہ عالیہ اسناد سے مشرف و مفتخر ہوں ان بیس ہزار آدمیوں میں دو معظم المرتبت محدثین امام ابوزرعہ اور محمد ابن اسلم طوسی بھی تھے ان کی التجا پر آپ نے خچر کو روکا اور اپنے نوجوان خدام کو سائبان ہٹانے کا حکم دیا اور مخلوقات نے آپ کے روئے مبارک کے دید سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا آپ کے گیسوں کی دولٹیں آپ کے کندھوں تک لٹکی ہوئی تھیں اور لوگوں کی حالت یہ تھی کہ کچھ چلا رہے تھے اور کچھ گریہ کناں تھے۔ علماء محدثین چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ خاموش ہو جاؤ لوگ خاموش ہوئے تو امام ابوزرعہ اور امام محمد بن اسلم نے املاء حدیث کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

سلسلہ ذھب

حدثنی أبی سیدناالإمام موسی الکاظم عن أبیه سیدنا الإمام جعفر الصادق عن أبیه سیدنا الامام محمد الباقر عن أبیه سید نا الامام علی زین العابدین عین أبیه سید نا الامام أبی عبدالله الحسین ریحان رسول الثقلین عن أبیه سید نا أمیرالمومنین علی إبن أبی طالب رضی الله عنهم قال حدثنی جدی وقرة عینی رسول الله صلی الله علیه

---

1 صواعق محرقہ ص ۱۲۸

وسلم قال حدثنی جبرائیل علیه السلام قال قال رب العزة ذوالجلال و الاکرام :

لااله الاالله حصنی فمن قالهاد خل حصنی و من دخل حصنی آمن عذابی (الحدیث)

اس کے بعد پردہ گرایا اور چل پڑے اصحاب قلم ودوات کے شمار کے مطابق حدیث لکھنے والوں کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ تھی [1]

اوپر گذری سند اور عربی عبارت حدیث استاذ مکرم حضرت ذہبی وقت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ کے ثبت سے نقل کیا گیا ہے جس کی سند با جازت آپ تک پہنچی ہے اور آپ نے اس حقیر کو بھی تقریراً تحریراً اجازت روایت اور اجازت حدیث کے ساتھ عنایت فرمایا

فللّٰہ الحمد والمنة علی هذہ النعمه

نام بھی باعث برکت وشفاء ہے

امام مناویؒ محدث ابن حجر اور دیگر محدثین کرام نے بھی امام احمد بن حنبل کے متعلق لکھا ہے کہ آپ نے مذکورہ بالا سند کے بارے میں فرمایا ہے کہ

''اگر کوئی صرف اس سند ہی کو پڑھے اور مجنون پر پھونک دے تو اس کا جنوں جاتا رہے۔''

حضرات حسنینؓ اور محبین حسنینؓ کیلئے حضور کی دعائیں

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ

''حضورﷺ نے حضرت حسنؓ اور حسینؓ کے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے حقیقت میں مجھ سے محبت کی۔'' [2]

---

[1] مجمع ص ۱۸۰/۹ بخاری ص ۱۷/۷ [2] مسند احمد ص ۲۰۵/۵ [3] مسند احمد ص ۲۸۸/۳ [4] بخاری ص ۲۶/۷ مسلم ص ۱۷۵/۳

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت اسامہؓ سے یہ الفاظ منقول ہیں۔

"اے اللہ یہ میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما جو ان سے بغض رکھے ان سے تو بغض رکھ"۔[۲]

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے اور طبرانی میں حضرت سعید بن زید سے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

"اے اللہ مجھے حسنؓ سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما"۔[۳]

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھا رکھا ہے اور یہ دعا فرما رہے ہیں اے اللہ مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت فرما۔[۱]

وہ لوگ کہ جنہیں حضور کی سچی محبت میسر ہے زہے نصیب اور جو لوگ محبت رسول کی اور اطاعت رسول کا دعویٰ تو رکھتے ہیں۔ وہ جستجو کر کے دیکھیں کہ حضور ﷺ کو کن سے محبت ہے اور کتنا ہے اور کن سے کیوں محبت رکھتے ہیں۔ اور معلوم ہو جائے تو ان تمام سے ویسی محبت پیدا کی جائے جن سے حضور کو محبت ہے ورنہ ان کی حضور ﷺ سے دعوائے محبت فضول ہے۔

رشتوں کی پاسداری ہر مومن کی ذمہ داری

دین فطرت کی حیات آفرین تعلیمات میں سے ایک اہم معاشرتی و عمرانی تعلیم و اصول یہ بھی ہے۔ کہ ہر کلمہ گو مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت اپنے اقرباء رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے ان سے محبت رکھے دکھ درد میں شریک ہوں اور کمزور و نادار ہے تو خرچ کرتے وقت سب سے زیادہ انہی کو مستحق قرار دیا قرآنی الفاظ میں

---

۱ بخاری ص ۶۴۷ / ۷ مسلم ص ۵۷ / ۴

وآتواذوی القربیٰ حقه۔

اقرباء و رشتہ داروں کو ان کے حقوق پہنچاؤ۔

جو کوئی اپنے رشتہ داروں سے خیر خواہی کرتا ہے محبت سے پیش آتا ہے اور دکھ درد بانٹتا ہے ایسے لوگ پورے خاندان میں ہر دلعزیز ہوتے ہیں اور جس معاشرے میں تعلقات کی اہمیت موجود ہو ایک دوسرے سے صلہ رحمی کرنے والے ہوں خاندان کے درمیان محبتیں ہوں ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹنے والے ہوں وہ معاشرہ امن واماں کا گہوارہ اور اخوت و بھائی چارگی کا آنگن ہوتا ہے اور ایسا معاشرہ قابل رشک سمجھا جاتا ہے۔

آپ اس بنیادی معاشرتی پہلو کی اہمیت کو ذہن میں بٹھا کر یہ سوچیں کہ میرے اور آپ کے رشتہ دار سے صلہ رحمی کا اتنا اہتمام ہے تو محسن انسانیت رحمت اللعالمین سرکار دو عالم کے رشتوں کا تقدس ہمارے رشتوں سے کہیں بلند ہیں اس لئے کہ دین فطرت کی تعلیم ہے کہ

''مومنوں کے لئے حضورﷺ کی ذات ان کے جان مال اور اولاد سے زیادہ عزیز ہوتی ہے''۔

اور یہ مسلمہ اور فطری بات ہے کہ انسان کو جس سے بھی محبت و عشق ہوتا ہے بالکل اسی طرح محبوب کے متعلقین سے بھی محبت ہوتی ہے یہاں تک کی محبوب کے در و دیوار سے جیسا کہ حضرت امام مالکؒ نے دیار نبیؐ سے کبھی بھی دور ہونا پسند نہ کیا۔

یہ بات غیر منطقی ہے کہ حضور سے محبت کا دعویٰ رکھے لیکن آل رسول سے متعلق ذہن میں فتور ہو یا یہ کہ حضور سے دعویٰ محبت ہو اور حضورﷺ کے محبین و عاشقین صحابہ کے بارے میں دل تنگ ہو۔ اللہ ہمیں ان دونوں انتہاؤں سے بچائے۔

غیروں کی عیاری اپنوں کی سادگی یا بے رُخی:

حضور اکرمﷺ نے اپنے اہل بیت کرام کے بارے میں پیش گوئی فرمائی تھی کہ میرے اہل بیت کو میرے بعد سخت مصیبتیں پیش آئیں گی تاریخ اسلام اس پیش گوئی کی صداقت سے بھری پڑی ہے۔

آج کے دور میں اہل بیت کچھ زیادہ ہی مظلوم ہو گئے ہیں وہ اس طرح کہ جو اہل حق سمجھے جاتے ہیں ان کی

زبانیں ان کے قلم اہل بیت کے ذکر سے ناآشنا ان کے جلسے مجالس میں حضرات سادات اہل بیت کا تذکرہ ڈھونڈے سے نہیں ملتا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ خوف ہے کہ کہیں ہم پر رافضیت کا طعنہ نہ پڑ جائے۔ یہ تقریباً طے کر لیا گیا ہے کہ اہل سنت کے ہاں تو صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہی ذکر خیر ہوگا۔ اہل بیت کا ذکر تو نہیں کر سکتے بڑے بڑے لوگ ان کے فضائل سنانے سے جھجکتے ہیں۔

ناجائز قبضوں کا دور گزر رہا ہے۔ سادات کے ناموں اور عقیدت پر بھی غیروں کا قبضہ ہوگیا اور روحانی وارث ایسے نالائق ہو گئے ہیں کہ قبضہ چھڑانا تو دور کی بات ہے اپنا کہنا بھی ان سے مشکل ہو رہا ہے۔ یہ صورت حال کتنا کربناک ہے۔ سادات کرام کے فضائل و تعلیمات مبارکہ کو لوگوں نے جھوٹی اور سیاسی مقاصد کے تحت اندھی عقیدت کے دبیز پردوں میں چھپادی ہیں۔ ہمیں اپنی منافقانہ روش ترک کر کے ان کے سچے تعلیمات کردار اور فضائل کو بیان کرنا ہوگا تمام طبقات اہل علم اہل قلم اور صاحبان مسند و ارشاد کے ذمہ یہ کام ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

نام ونسب

آپ کا نام نامی اسم گرامی نعمان ہے اور والد ماجد کا نام نامی اسم گرامی ثابت ہے۔ انہی سعادت مند حضرت ثابت والد امام اعظم کیلئے اوران کے اولاد کیلئے امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے برکت کی دعافرمائی جب یہ اپنے والد کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام صاحب کا لقب جومشہور ہوا وہ امام اعظم ہے یہ لقب آپ کوصرف احناف کی طرف سے ہی نہیں بلکہ تمام مسالک والے ائمہ وسوانح نگاروں نے بھی کہا اور لکھا ہے اورسراج الامۃ کے لقب سے بھی مشہور ہوئے۔

بعض سوانح نگاروں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بنی تیم کا مولی لکھا ہے لیکن صحیح اور تحقیقی بات یہ ہے کہ آپ اور آپ کے آباؤاجداد آزاد تھے کبھی کسی کے غلام نہیں رہے۔ مشہور محدث محقق ناقد امام شیخ عبدالفتاح رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ الکبیر میں لکھا ہے جس کا نام عقد الجمان فی تاریخ اہل الزمان ہے میں امام اعظم کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد نے فرمایا۔

وقال اسماعیل بن حماد بن أبی حنفیه نحن من ابناء فارس الاحرار' والله ماوقع علینا رق' قط۔[1]

اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ فرماتے ہیں کہ ہم نسلاً فارسی اورآزاد ہیں' اللہ کی قسم ہم پر کبھی غلامی کا دورنہیں آیا۔

اورامام صیمری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی باقاعدہ سند کے ساتھ اسی بات کونقل کیا ہے

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دادا زوطی کابل کے رہنے والے تھے مسلمان ہوئے اورحضرت علیؓ سے شرف ملاقات حاصل کی اورکوفہ میں جوکہ اسلام کے دارالخلافہ ہونے کے علاوہ بڑے بڑے اکابر اوراہل علم صحابہؓ وکبار تابعین کامسکن ومولطن تھا آکر رہائش پذیر ہوئے۔

---

[1] ذیل الانتقاد ص۱۸۹

تاہم بعض سوانح نگاروں نے حضرت امام صاحب کو مولی لکھا ہے تو مولی ہونا کوئی نقص کی علامت نہیں کہ بڑے بڑے اہل اللہ آئمہ اور حضورؐ کے قریبی لوگ بھی غلام تھے۔

تاریخ ولادت

80 ہجری میں کوفہ میں حضرت ثابت کے ہاں حضور کی بشارت پر مبنی حدیث ثریا کا سچا مصداق اور حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کی دعاؤں کی برکت وثمرہ امام اعظم کی صورت میں متولد ہوئے۔

حضرت امام اعظم خلقۃً وفطرتاً سعید واقع ہوئے تھے بچپن ہی سے علم کی طرف راغب ہوئے اور اپنے والد محترم کے ساتھ حج ادا فرمائے اور صحابہ کرام جن میں سے حضرت انس بن مالک خصوصی طور پر مذکور ہیں زیارت و روایت کی شروع میں ریشمی کپڑوں کی تجارت ہی کا مشغلہ تھا لیکن حضرت امام شعبی کے نصیحت اور فطری نیک بختی سے مکمل طور پر علم کی طرف متوجہ ہوئے اور مسند ارشاد واصلاح کو خوب خوب زینت بخشی اور اسی میں عمر گزار دی۔

امام صاحب کو خراج عقیدت پیش کرنے والے ائمہ کرام

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اور تعریف اور توثیق میں ائمہ حدیث ائمہ فقہ ائمہ فن رجال کے اتنے اقوال ہیں کہ احصاء ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہے۔ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مذاہب اربعہ کے بڑے بڑے علماء اور فن رجال کے ماہر آئمہ مؤرخین اور سوانح نگاروں نے کتنے ہی مستقل ضخیم تصانیف امام اعظم کے مناقب میں لکھی ہیں۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ امام ابن عبدالبر ابن حجر اور ان کی طرح دیگر ائمہ کی ایک طویل فہرست ہے۔

برکت کی نیت سے ان چند عظیم ہستیوں کے مبارک ناموں کو تحریر کیا جاتا ہے جنہوں نے امام اعظم کے کیلئے اپنے اپنے الفاظ میں خراج عقیدت پیش کی ہیں۔

(۱) امام ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علیؓ (استاذ)

(۲) یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ (ہم عصر)

(۳)	امام دارالہجرۃ مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ	(استاذ وہم عصر)
(۴)	امام ابوموسیٰ جعفر بن علی بن حسین بن علیؑ	(استاذ وہم عصر)
(۵)	امام حماد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ	(استاذ)
(۶)	امام محمد بن ادریس الشافعی المطلبی رحمۃ اللہ علیہ	(شاگردوں کے شاگرد)
(۷)	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (استاذ امام بخاری)	(شاگردوں کے شاگردوں کے شاگرد)
(۸)	امام مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ	(شاگرد)
(۹)	امام ایوب السختیانی رحمۃ اللہ علیہ	(شاگرد)
(۱۰)	سلیمان بن مہران الاعمش رحمۃ اللہ علیہ	(استاذ)
(۱۱)	امام شعبہ بن الحجاج البصری رحمۃ اللہ علیہ	(شاگرد)
(۱۲)	امام سفیان الثوری الکوفی رحمۃ اللہ علیہ	(شاگرد)
(۱۳)	امام سفیان بن عیینہ الکوفی المکی رحمۃ اللہ علیہ	(شاگرد)
(۱۴)	امام مغیرہ بن المقسم الضبی رحمۃ اللہ علیہ	(شاگرد)
(۱۵)	امام سعید بن عروبہ البصری رحمۃ اللہ علیہ	(شاگرد)
(۱۶)	امام حماد بن زید البصری رحمۃ اللہ علیہ	(شاگرد)
(۱۷)	امام قاضی شریک النخعی رحمۃ اللہ علیہ	(شاگرد)
(۱۸)	امام قاضی عبداللہ بن شبرمہ الکوفی رحمۃ اللہ علیہ	(شاگرد)
(۱۹)	امام یحیٰ بن سعید القطان البصری رحمۃ اللہ علیہ	(شاگرد)
(۲۰)	امام عبداللہ بن المبارک المروزی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ	(شاگرد خاص)
(۲۱)	الامام قاسم بن معن الکوفی رحمۃ اللہ علیہ	(شاگرد)
(۲۲)	الامام وکیع بن الجراح الکوفی رحمۃ اللہ علیہ	(شاگرد)

ان کبار ائمہ کے علاوہ بھی بہت سے کبار ائمہ فقہا محدثین اصحاب الرجال ہیں۔ امام الحافظ ابن عبدالبر الاندلسی نے اپنی مشہور کتاب الانتقاء میں ۶۸ بڑے سے بڑے ائمہ اور کبار مشائخ کے کلمات عقیدت ان کے ناموں کے ساتھ ذکر کیے ہیں جن میں تحریر شدہ آئمہ کرام بھی ہیں جن میں بہت سے آپ کے اساتذہ ہیں اور بہت سے ہم عصر ہیں اور بہت سے مشائخ آپ کے شاگرد ہیں۔ جن کا ذکر ہوا وہ آئمہ متقدمین میں سے ہیں اور متاخرین کو بھی شامل کریں تو ان کے ناموں اور تاثرات پر ضخیم تصنیفات وجود میں آسکتی ہیں۔

خاندان نبوت سے تعلقات

تعلقات کی ابتداء

امام اعظم کے جد امجد نعمان بن مرزبان الزوطی کابل کے اعیان و اشراف میں سے بڑے صاحب فہم و فراست واقع ہوئے تھے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت ہی میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور کوفہ منتقل ہوئے۔ حضرت امام صاحب کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد فرماتے ہیں۔

> حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ میرے دادا ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے ان کے والد حضرت ثابت کو حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کے پاس لے جایا گیا۔ حضرت امیر المومنین نے ان کیلئے اور ان کے اولاد کیلئے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اس نے ہمارے حق میں حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دعا کو شرف قبولیت عطا کیا ہے۔[1]

امام حافظ قاضی ابی عبداللہ الصمیری نے اپنی تصنیف "اخبار ابی حنیفہ واصحابہ" میں تفصیل سے ذکر کیا ہے فرماتے ہیں۔

> أنا اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان ولد جدی فی سنۃ ثمانین، وذهب ثابت فی سنۃ إلی علی ابن ابی طالبؓ و هو صغیر و

---

[1] تاریخ بغداد ص ۳۲۰ / ۱۳

دعاله بالبركة فيه و في ذريته و نحن نرجوا من الله أن يكون قد إ
ستجاب الله ذالك لعلى ابن ابى طالب رضى الله عنه فينا۔ قال
النّعمان بن المرزبان أبوثابت هوالذى أهدىٰ إلى على إبن أبى
طالبؓ الفالوذج في يوم نيروز و قيل كان ذالك في المهرجان فقال:
مهرجونا كل يوم ۔[1]

ترجمہ: حضرت امام اعظم کے پوتے اسماعیل اپنے دادا سے ان کے دادا اور والد ثابت کے بارے میں روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ان کے والد ثابت کو حضرت علی کے پاس لے جایا گیا جب آپ چھوٹے تھے تو ''حضرت علیؓ نے ان کیلئے اور ان کے ذریت کیلئے برکت کی دعا کی'' فرماتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالی کے ذات سے امید ہے کہ وہ دعا ہمارے حق میں ضرور قبول ہوئی اور نعمان نے حضرت علیؓ کو نیروز کے دن فالودہ کا ہدیہ پیش کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہمارا ہر دن ہی نیروز ہوتا ہے۔ بعض نے کہا مہرجان کے دن فالودہ پیش کیا تھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہمارا ہر دن مہرجان ہوتا ہے۔

گویا یہیں سے ہی اس سعید خاندان کی خاندان نبوت سے عقیدت اور خاندانی تعلقات کا بابرکت اور مستحکم آغاز ہوا جو وقت کے ساتھ ساتھ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا اور روحانی، علمی اور سیاسی قربتوں میں اضافہ اور مضبوطی پیدا کرتی گئی۔

خاندان نبوت سے کسب علوم

خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں اور امام صیمری اخبار ابی حنیفہ میں رقمطراز ہیں کہ
ایک دفعہ عباسی خلیفہ منصور نے امام اعظم سے سوال کیا کہ آپ نے علم کن سے حاصل کیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کے تلامذہ سے اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے اور

---

[1] مناقب ابی حنیفہ للموفق ص ۳۴۴ ۔ اخبار أبی حنیفہ للصیمری ص ۲ ۔ مناقب الکردری ص ۴ ۔ کذافی التبییض والخیرات

شاگردان علیؓ سے اور انہوں نے سیدنا علی المرتضیٰ سے اور حضرت امام اعظمؒ قضایا میں عموماً حضرت علی المرتضیٰؓ کے قضایا پر عمل کرتے تھے[1]
آخر کیوں نہ ہو کہ زبان نبوت سے سیدنا علی المرتضیٰؓ کیلئے اقضی اور باب العلم کا عظیم المرتبت لقب نصیب ہوا۔

امام صاحب کی حضرت علیؓ سے روایات

چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مجموعہ احادیث "جامع المسانید" للخوارزمی میں آپ کی سیدنا علی المرتضیٰؓ سے مروی مرفوع وموقوف روایات کی تعداد کم وبیش ۵۸ ہیں اور امام محمد بن الحسن کی کتاب الآثار میں آپ کی حضرت علیؓ سے ۲۶ روایات موجود ہیں۔ بعض سوانح نگاروں نے بزبان سیدنا علی المرتضیٰ حضرت امام اعظم کی بشارت بھی نقل کی۔

مشاجرات میں سیدنا علی المرتضیٰ مجتہد مصیب

امام اعظمؒ کے رائے میں سیدنا علی المرتضیٰ نے جولڑائیاں لڑی تھیں۔ ان میں حق وصواب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جانب تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مخالفین کی کوئی تاویل ان کی نگاہ میں قابل تسلیم نہ تھی جیسا کہ ان کو برا بھلا کہنے کیلئے کوئی جواز نہ تھا۔ چنانچہ امام الموفق المکی اپنے کتاب مناقب ابی حنفیہ میں امام صاحب کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔

قال ماقاتل أحدٌ عليًا الا وعليٌ أولى بالحق منه ولولا ماسار عليٌ فيهم ماعلم أحدٌ كيف السيرة في المسلمين.[2]

ترجمہ: فرمایا حضرت علی سے جس کسی نے لڑائی کی ہے حق علی کے طرف رہا اگر حضرت علی یہ سب کچھ روبہ عمل نہ لاتے تو لوگوں کو ایسے مسائل کا حل ہی نہ ملتا

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

لاشك أن اميرالمومنين عليا إنما قاتل طلحة والزبير بعد أن

---

[1] اخبار ابی حنفیہ للصیمری ص ۵۹ [2] مناقب للموفق ص ۳۴۳ [3] ایضا ص ۳۴۳

بایعاہ وخالفاہ [2]

بلاشبہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ نے اس وقت ان دونوں سے لڑائی لڑی تھی
جب کہ انہوں نے بیعت کے بعد ان کی مخالفت کی۔

ایک اور موقع پر آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ یوم جمل کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں تو فرمایا۔

فقال سار علیٰ فیه بالعدل و أهو علم المسلمين السنة فی قتال
اهل البغی [1]

حضرت علی کا رویہ اس میں مبنی بر انصاف تھا وہ سب مسلمانوں سے زیادہ اس
حقیقت سے آگاہ تھے کہ اہل بغی سے حرب و پیکار کا اسلامی نظریہ کیا ہے۔

اور اہل السنہ الجماعۃ کا متفقہ عقیدہ یہی ہے جیسا کہ آئمہ نے بیان بھی کیا ہے کہ مشاجرات میں صواب سیدنا علی المرتضیٰ کی طرف تھا لیکن ان کے مخالفین کے بارے میں انگشت نمائی بھی ناجائز ہے کہ ان کی نیت اخلاص پر مبنی تھی لیکن اجتہاد میں صواب سیدنا علی المرتضیٰ کے طرف رہا۔

حضرت امام اعظم جب سیدنا علی المرتضیٰ کے ساتھ ہونیوالے لڑائیوں میں اتنا صاف اور قطعی نکتہ نظر رکھتے اور اس کا برملا اظہار کرتے تھے تو بعد کے جابرہ حکمرانوں جن کے دور کا خود مشاہدہ کیا ان کے غلطیوں پر نکیر واصلاح سے کب چوکتے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا یہ جذبہ ہی ان کے اور وقت کے جابر حکمرانوں میں کھچاؤ اور کشمکش کا بنیادی اور اہم سبب تھا۔

سیدنا علی المرتضیٰ کا درجہ فضیلت

خلفاء راشدینؓ کے درجات فضیلت کے بارے میں آپ کی رائے امام کردری نقل کرتے ہیں۔

إنه كان يُفضّل الشّيخين ثم اختلفوا فقال أقلهمْ وهي رواية
عن الامام عليّ " ثم عثمان و قال أكثرهم عثمان ثم على و هو
الأصح في مذهب الامام ثم العشرة المبشرة ثم أهل بدر [2]

آپ شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کو فضیلت دیتے تھے۔ پھر اختلاف ہوا کہ حضرت

---

[1] مناقب مکی ج ۳۴۴ [2] مناقب ابی حنیفہ کردری ج ۱۰۰

عثمانؓ و علیؓ میں کون افضل ہیں تو قلیل لوگوں نے حضرت علیؓ کو فضیلت دی اور امام صاحب سے بھی یہ روایت نقل ہے لیکن اکثر سیدنا عثمان غنیؓ کو فضیلت دیتے ہیں اور یہی امام اعظم کا صحیح مسلک ہے پھر عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر۔

اتباع علی کرم اللہ وجہہ

جیسا کہ گزر چکا کہ امام صاحب کے ہاں قضایا علی کرم اللہ وجہہ کا کتنا مقام تھا آپ اکثر اجتہادی احکام و مسائل میں سیدنا علیؓ کی روایت اور رائے کو ترجیح دیتے تھے بطور مثال دو روائتیں لکھی جاتی ہیں۔

1. ''امام اعظمؒ عید کے بعد نوافل ادا نہیں کرتے تھے لیکن ایک دن آپ نے چار نوافل ادا کیے پوچھا گیا تو فرمایا کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت پہنچی ہے کہ آپ عید کے بعد چار نوافل ادا کیا کرتے تھے اس لیے میں بھی کرتا ہوں۔''
2. ایک اور روایت ہے کہ ''حضرت وکیع بن الجراح نقل کرتے ہیں کہ امام اعظمؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ نے فرمایا چار ہزار اور اس سے کچھ کم نفقہ ہے۔ اس ارشاد گرامی کی وجہ سے چالیس سال سے چار ہزار درہم سے زائد کا مالک نہیں ہوا ہوں۔ اگر محتاجی کا ڈر نہ ہوتا تو میں اپنے پاس ایک درہم بھی نہ رکھتا۔''[1]

معلوم ہونا چاہیے کہ امام اعظمؒ شروع زندگی سے ہی سیدنا علی المرتضیٰؓ کی اتباع ہر شعبہ زندگی میں کرتے رہے اور باب العلم کے علمی دربانی بڑے چاؤ اور عقیدت سے پوری زندگی کرتے رہے۔ اگر نقل کیا جائے تو حضرت علیؓ سے منقول روایات امام صاحب کے اتنے ہیں کہ اگر کتابوں میں بکھری ہوئی روایات کو جمع کیا جاوے تو ایک ضخیم کتاب وجود میں آئے۔

سیدنا علی المرتضیٰؓ کا دفاع

بنو امیہ کے دور حکومت میں سادات علویہ پر قافیہ زمین باوجود اپنے وسعتوں کے بہت تنگ تھی سر عام برا بھلا کہا جاتا اور سر عام منبروں سے بھی سب وشتم ہوتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کو بند کردیا۔ حضرت معاویہؓ

---

[1] مناقب کردری ۶۴

کے بعد انہی کے دور خلافت میں آل رسول ﷺ کو سکون و امن نصیب ہوا لیکن ان کے بعد پھر وہی حالت بلکہ اس سے بھی بدتر حالت ہوگئی۔ یہاں تک کہ مجالس و محافل و خطبات میں حضرت علیؓ اور ان کے اولاد اطہار کا نام لینا بھی جرم اور بغاوت متصور ہوتا تھا۔ بڑے ائمہ محدثین آپ کا یعنی حضرت علیؓ کا نام نہ لیتے بلکہ قال الشیخ کہہ کر پکارتے اور روایت بیان کرتے' حضرت رأس الصالحین حسن بصری رحمۃ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بھی جب حضرت علیؓ کا نام لینا ہوتا تو ابو زینب کہہ کر روایت نقل کرتے' امام کردری نقل کرتے ہیں۔

وکان بنو أمية لا يذكر عندهم عليٌ وكل من ذكره عندهم عاقبوه و كانت العلامة فيه أن يقولو "قال الشيخ" كذا و كان الحسن البصري إذا ذكره قال أبو زينب كذا۔ [1]

بنو امیہ کے دور حکومت میں حضرت علی کا نام بھی نہیں لیا جاتا تھا جو بھی ان کا نام لیتا اس کو تکلیف پہنچائی جاتی اور اہل علم ان کا نام لینے کے بجائے بطور علامت الشیخ کہہ کر نام لیتے تھے اور حضرت حسن بصری آپ کو ابو زینب کہہ کر نام لیتے تھے۔

ایسے دہشت زدہ ماحول میں حکمرانوں کے دربار میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا نام لینا اور ان کی تعریف و تائید کرنا سیدنا امام اعظم ہی کا خاصہ ہے۔

امام کردری مناقب میں واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

قال كان بنو أميه يطلبون الفقهاء للافتاء فدعاني واحد منهم — فقال يا نعمان ماتقول أنت فاسترجعت و قلت هذا أول مادعيت كيف لا أقول ما أدين به و قولي فيها قول عليٌ و بنو امية لا يذكر عندهم علي ولا يفتون برأيه فقلت — قال من قال هذا قلت علي ابن أبي طالبؑ — ذكر محمد بن مقاتل أنه إبن هبيرة زادفيه و قال بأي القولين تأخذ أنت قال قلت عمرؓ عندي أفضل من علي لكن برأي عليٌ آخذ۔ [2]

---

[1] مناقب کردری ص۱۹۰ [2] ایضاً

امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے کہ بنوامیہ کے حکمران وعمال فقہاء کو فتوی کے لیے بلاتے چنانچہ مجھے بھی بلایا...... اور مجھے کہا اے نعمان آپ کا اس بارے کیا رائے ہے۔ امام اعظم فرماتے ہیں میں نے انا اللہ پڑھا کیونکہ میری رائے ان کے رائے کے خلاف تھی اور اس مسئلہ میں میں حضرت علیؓ کے رائے سے متفق تھا اور بنو امیہ کے ہاں حضرت علیؓ کا تذکرہ نہیں کیا جاتا تھا اور نہ ہی ان کے مذہب کے موافق فتوی دیا جاتا تھا' تو میں نے جب فتوی دیا تو پوچھا کہ یہ کس کا قول ورائے ہے تو میں نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے' اور محمد بن مقاتل کہتے ہیں کہ وہ بنوامیہ کا گورنر ابن ہبیرہ تھا اور یہ بھی کہا کہ ابن ہبیرہ نے حضرت امام اعظم سے سوال کیا کہ اس مسئلہ میں (طلاق وعدت کا مسئلہ تھا) آپ کس رائے کو لیتے ہیں تو امام صاحب نے فرمایا کہ میرے نزدیک سیدنا عمرؓ حضرت علی سے افضل ہیں لیکن میں حضرت علی کے قول کو پسند کرتا اور لیتا ہوں۔

حضرت امام صاحب کی جرأت وذہانت

مشہور خارجی سرغنہ ضحاک جس نے بہت فساد پھیلایا روایت کے مطابق اس نے کوفہ پر بھی قبضہ کرلیا تو امام اعظم ہی تھے جنہوں نے اپنی خداداد ذہانت وشجاعت سے اس کا سامنا اور مجادلہ کیا اور اہل کوفہ کی خلاصی کرائی۔ آپؒ کی اور خارجی کے درمیان ہونے والی مختصر گفتگو نقل کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ خوارج وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؓ کو معاذاللہ مرتد کہتے ہیں اور جو بھی ان کی حمایت و دفاع کرے اس کو بھی مرتد کہتے ہیں اور جو بھی اہل بیت سے معاذاللہ بےزار ہیں وہ خوارج میں شامل ہیں۔

ضحاک کوفہ میں داخل ہوا اس نے امام اعظم سے کہا توبہ کر آپ نے کہا کس چیز

سے توبہ کروں اس نے کہا حکمین کے تجویز کرنے سے امام صاحب نے فرمایا کہ تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو یا مناظرہ کرو گے اس نے کہا مناظرہ کریں گے۔ امام صاحب نے فرمایا اگر کسی بات پر ہم اور تم میں اختلاف ہو جائے تو فیصلہ کون کرے گا ضحاک کہنے لگا تم جس کو چاہو مقرر کر لو امام صاحب نے ضحاک کے ساتھیوں میں سے ایک کو کہا کہ تم یہاں بیٹھو اور جس بات میں ہم دونوں میں اختلاف ہو تم فیصلہ کرنا پھر آپ نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی ہو ضحاک نے اپنی رضا مندی ظاہر کردی۔ آپ نے فرمایا قد جوّزت التحکیم "یعنی تم نے تحکیم کو تسلیم کر لیا۔ اس پر ضحاک لاجواب ہو کر چلا گیا[1]۔

یاد رکھئے کہ سیدنا علی المرتضیٰؓ نے ان خارجیوں کو تہ تیغ کر دیا تھا امام موفق مکی نے قدرے تفصیل سے ضحاک کے ساتھ ہونے والے مناظرے کے احوال بیان کیے ہیں۔ معلوم ہوا کہ سیدنا امام اعظمؒ نے غیر موافق اور پریشان کن حالات میں حکمران کے سامنے اور شوریدہ سر فتنہ پروروں کے درمیان بھی حضرت علی المرتضیٰؓ اور تمام اہل بیتؓ کے ساتھ سچی محبت اور عقیدت جو کہ سچے ایمان کا تقاضا ہے اس کا کھل کر اظہار کیا اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بعد حضرت سیدنا حسنؓ کو اور پھر سیدنا حسن المجتبیٰؓ اور سیدنا معاویہؓ کے درمیان مصالحت کے بعد سیدنا امیر معاویہؓ کی خلافت کو ہی برحق جانتے تھے۔

خاندان نبوت سے رشتہ شاگردی

حضرت امام اعظمؒ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ سیاسی تعلقات کے علاوہ علمی اور روحانی تعلق بھی رکھتے تھے جیسا کہ ذکر ہو چکا کہ سیدنا علی المرتضیٰ سے بہت سے روایات مروی ہیں جن میں بہت سی روایات انہی اہل بیت کے افراد سے ہیں۔

حضرت زیدؓ سے علمی تعلق

حضرت سیدنا زید بن علی شہیدؒ سے بھی آپ کا علمی تعلق و روابط تھا اور امام شہیدؒ آپ کے کبار مشائخ میں

[1] عقود الجمان ص ۲۶۴

سے شمار ہوتے ہیں اور حضرت زید ؒ مختلف اسلامی علوم وفنون میں ماہر کامل تھے۔ آپ قرات کے امام علوم قرآن کے ماہر فقہ اور عقائد کے امام تھے۔

ایک روایت کے مطابق امام صاحب حضرت زید کے حلقہ درس میں دو سال رہے چنانچہ امام صاحب فرماتے ہیں۔

شاهدت زيد بن علي كما شاهدت أهلة فما رأيت في زمانه أفقه منه ولا أعلم ولا أسرع جواباً ولا أبين قولاً ـــــ لقد كان منقطع القرين۔ [1]

میں نے حضرت زید بن علی کو دیکھا جیسے ان کے خاندان کے دوسرے حضرات کے مشاہدے کا موقع ملا ہے۔ میں نے ان کے زمانے میں ان سے زیادہ فقیہہ آدمی اور کسی کو نہیں پایا اور ان جیسا حاضر جواب اور واضح صاف گفتگو کرنے والا آدمی اس عہد میں مجھے کوئی نہ ملا .... درحقیقت ان کے جوڑ کا آدمی اس زمانے میں نہ تھا۔

اس فرمان سے جہاں یہ بات مترشح ہے وہاں یہ بھی کہ آپ نے بہت سے مشائخ اہل بیت سے کسب فیض کیا اور خوب کیا کہ ان کی ایک ایک ادا یاد رکھی اور آپ کا سیدنا زید کے ساتھ تحریری رابطہ بھی مسلسل رہتا تھا جس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ مشہور محقق ابو زہرہ رقمطراز ہیں کہ امام ابو حنیفہ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے علوم کن سے حاصل کی آپ نے سائل کے جواب میں جو فرمایا بہ ہدایت میں ہے۔

وقد قال ابو حنيفة رضى الله عنه لمن سئاله عمن تلقى علمه فقال "كنت في معدن العلم ولزمت فقيهاً من فقهائم ـــــ أن ذالك بالنسبة لزيد رضى الله عنه فقد كان في معدن العلم۔ [2]

امام ابو حنیفہ نے فرمایا سائل کے اس سوال کے جواب میں کہ آپ نے کہاں سے علم حاصل کیا "میں علوم کے کان یعنی مرکز میں تھا اور وہاں کے فقہاء میں

---

[1] روض النصیر ص ۵۰ [2] الامام زید ص ۴۵

ایک فقیہہ کے درس کا التزام کیا .... (ابوزہرہ کہتے ہیں) اس فقیہہ سے مراد زید بن علیؒ ہیں اور وہ اس وقت مرکز علوم مدینہ میں ہی تھے۔

اس کے علاوہ حضرت امام زیدؒ کئی مرتبہ کوفہ پہنچے امام ابوحنیفہؒ نے ان زریں مواقع کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا بلکہ مختلف مجلسوں میں علماء کی جماعت کے اور علیحدگی میں بھی حضرت زیدؒ سے کسب فیوض فرمایا۔

امام ابوزہرہ کی مشہور کتاب الامام زید میں ہے کہ

كان الإمام زيد من أكثر آل البيت تلاميذ ——— وإنتقل إلى الكوفة وذاكر من بها من الفقهاء كعبد الرحمن بن ألبي ليلىٰ وكأبي حنيفة النعمان بن ثابت وسفيان لثوري [1]

دوسری روایت ہے

رأى أبي حنيفة الذي تتلمذ للإمام عند ماجاء بالكوفة

علماء اہل بیتؒ میں سے حضرت زیدؒ کے سب سے زیادہ شاگرد ہیں .... حضرت زیدؒ جب کوفہ تشریف لائے تو وہاں کے فقہاء سے مذاکرہ فرمایا جن میں عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور سفیان الثوریؒ تھے اور امام ابوحنیفہؒ جنہوں نے امام زیدؒ کی شاگردی کی جب وہ کوفہ آئے

سیدنا محمد بن علی الباقرؒ سے علمی تعلق

حضرت امام باقرؒ حضرت زین العابدینؒ کے بیٹے اور حضرت زید بن علیؒ کے باپ شریک بھائی ہیں۔ مدینہ میں ہی قیام پذیر رہے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے اہل علم اور مرجع خلائق تھے۔ حضرت امام اعظمؒ کو بھی آپ سے علمی و روحانی فیض حاصل کرنے کا خوب موقع ملا چنانچہ آپ کے تمام سوانح نگاروں نے امام باقرؒ کو آپ کے کبار مشائخ میں ذکر کیا ہے۔

امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام محمد الباقرؒ کو امام صاحب کا استاد و شیخ لکھا ہے اور یہ بھی بیان کیا کہ آپ نے امام باقرؒ سے روایتیں بھی کی ہیں۔

---

[1] الامام زید ص ۳۷

حدث عن عطاء و نافع و محمد الباقر [1]

آپ نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ حضرت نافعؒ اور حضرت محمد باقرؒ سے

حدیث بیان کی ہے۔

حضرت امام ذہبیؒ کے ارشاد کے موافق امام صاحب سے مروی احادیث کی تعداد جامع المسانید اور کتاب الآثار میں امام صاحب نے کم وبیش ۹ روایات سیدنا امام باقرؒ سے لی ہیں جن میں ایک روایت نقل کی جاتی ہے۔

امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سیدنا عمر فاروقؓ کے جنازہ کے پاس گئے حضرت عمرؓ پر چادر پڑی ہوئی تھی آپ نے کہا کوئی شخص ایسا نہیں کہ میں چاہوں کہ اس کا اعمال نامہ لے کر اللہ کے پاس جاؤں بجز اس چادر پوش کے۔[2]

حضرت امام اعظمؒ نے اپنے فطری اور خداداد صلاحیتوں کے وجہ سے فقہ میں بہت شہرت پائی چنانچہ آپ کی شہرت حرمین میں بھی پہنچ چکی تھی اور وہ بھی جوانی میں کیونکہ سیدنا امام باقرؒ ۱۱۴ھ میں انتقال فرما گئے اور آپ کی ملاقات اس سے پہلے ہی ہوئی ہوگی چنانچہ جب سیدنا امام اعظمؒ حرمین کی حاضری اور حصول علم کے لیے تشریف لے گئے اور امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے چونکہ آپ کی شہرت سے حسد کی وجہ سے بعض ناسمجھوں نے یہ بات مشہور کر دی تھی کہ آپ قیاس کے مقابلہ میں حدیث کو چھوڑتے ہیں چنانچہ امام اعظمؒ کی اور امام باقرؒ کی پہلی ملاقات اور اس میں ہونے والی گفتگو اس طرح ہوئی۔ ملاقات کا یہ واقعہ مدینہ طیبہ میں پیش آیا۔ سلام وتحیہ کے بعد امام باقرؒ نے فرمایا کہ

آپ نے میرے نانا کے دین اور ان کی احادیث کو قیاس سے بدل ڈالا۔

امام اعظمؒ: معاذ اللہ

امام باقرؒ: آپ نے ایسا کیا ہے

امام اعظمؒ: تشریف رکھیے تاکہ میں بھی مؤدبانہ طریق بیٹھ سکوں کیونکہ میرے نزدیک آپ اسی طرح لائق احترام ہیں جیسے آپ کے نانا صحابہ کے نظر میں۔

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ص ۱۲۸ / ۱

[2] جامع المسانید ص ۲۰۵ / ۱

جب جناب امام باقر تشریف فرما ہوئے تو امام ابوحنیفہ بھی زانوئے ادب تہہ کر کے آپکے سامنے بیٹھ گئے۔ پھر مزید گفتگو اس طرح ہوئی۔

امام اعظم: میں آپ سے تین باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں ان کا جواب مرحمت فرمایئے۔
کیا مرد کمزور ہے یا عورت؟

امام باقر: عورت

امام اعظم: جہاد میں (یعنی غنیمت میں) عورت کو کیا حصہ ملتا ہے۔

امام باقر: مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ

امام اعظم: یہ آپ کے نانا کا فرمان ہے اگر میں نے ان کے دین کو بدل دیا ہوتا تو قیاس کے مطابق آدمی کو ایک حصہ دیتا اور عورت کو دو کیونکہ عورت کمزور ہوتی ہے

امام اعظم: اچھا فرمایئے نماز بہتر ہے یا روزہ

امام باقر: نماز

امام اعظم: یہ آپ کے نانا کا ارشاد ہے اگر میں نے ان کا قول تبدیل کر دیا ہوتا تو میں عورت سے کہتا کہ حیض سے پاک ہونے کے بعد وہ روزہ کے بجائے فوت شدہ نمازیں ادا کرے۔

امام اعظم: اچھا یہ فرمایئے کہ بول زیادہ نجس ہے یا نطفہ

امام باقر: بول یعنی پیشاب زیادہ نجس ہے۔

امام اعظم: اگر میں نے قیاس سے آپ کے نانا کے دین کو بدل دیا ہوتا تو میں فتویٰ دیتا کہ بول سے غسل کرنا چاہیے اور نطفہ سے وضو معاذ اللہ بھلا میں یہ کام کیسے کر سکتا ہوں۔

چنانچہ آپ کی گفتگو سن کر امام باقر آپ سے اٹھ کر بغل گیر ہوئے اور آپ کے چہرے پر بوسہ دیا اور آپ کی تکریم بجالائے۔[1]

---

[1] مناقب ابی حنیفہ للموفق ص ۱۴۳

اس واقعہ سے تین باتیں سمجھ میں آئیں کہ حضور ﷺ کے بعد آپ کے اولاد اطہار میں سے جس سے ملاقات ہو تو ان کی تعظیم و تکریم عقیدت و محبت اتنا کیا جائے جتنا امام صاحب نے فرمایا اور اس والہانہ انداز سے پیش آیا جائے جیسا کہ صحابہ کرام آنحضرتؐ سے پیش آتے' دوسری بات کہ مشائخ اساتذہ شیخ طریقت اصلاح کے لیے جتنی سختی اور تلخی سے پیش آئیں اتنی ہی عقیدت اور احترام سے پیش آئیں۔ اطاعت اور فرمانبرداری زیادہ کریں۔ تیسری بات یہ کہ دین کے بارے میں انتہائی حساس ہوں ہر قسم کے شکوک وشبہات کو معقول اور محکم انداز سے دور کیا جائے اور ذرہ برابر بھی مداہنت سے کام نہ لیا جائے۔ اصحاب مناقب نے اور بھی روایات نقل کی ہیں جن سے امام صاحب کی امام باقرؒ سے ملاقات اور کسب فیض اور امام باقرؒ کے ہاں امام صاحب کی قدر ومنزلت کا اندازہ ہوتا ہے ایک مرتبہ امام باقرؒ نے امام صاحب سے مجلس میں فرمایا کہ کوئی سوالات ہیں تو کرو چنانچہ آپ نے کئی سوالات کیے جن کا انہوں نے بصیرت آفریں جوابات دیے مجلس کے بعد امام باقرؒ نے امام اعظمؒ کے بارے میں فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس ظاہری علوم کے خزانے ہیں اور ہمارے پاس باطنی اور روحانی علوم کے خزانے ہیں چنانچہ امام صاحب نے خود امام باقرؒ سے ان کے بعد امام زید سے ان کے بعد امام جعفرؒ اور امام عبداللہ بن حسنؒ سے اور آخر عمر میں امام موسیٰ بن جعفرؒ سے روحانی علوم معارف حاصل کیے۔

فاروق اعظمؓ اہل بیت کے نظر میں

اور ایک ملاقات میں امام صاحب کے حضرت عمرؓ کے بارے میں سوال پر امام باقرؒ نے فرمایا۔

أولست تعلم أن عليا زوّج إبنتهٗ أم كلثوم بنت فاطمة من عمر بن الخطابؓ وهل تدرى من هي — جدتها خديجه سيدة نساء أهل الجنه و جدها رسول الله ﷺ خاتم النبيين و سيد المرسلين و رسول رب العالمين و أخوها الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنه وأمها فاطمه سيدة نساء العالمين [1]

کیا آپ نہیں جانتے کہ سیدنا علی المرتضیٰؓ نے اپنی بیٹی ام کلثوم بنت فاطمہؓ کا

---

[1] مناقب موفق ص ۴۲۳

نکاح کا حضرت عمرؓ سے فرمایا اور کیا تو جانتا ہے کہ وہ یعنی ام کلثومؑ کون ہے ان
کی نانی سیدہ خدیجہؓ ہیں جو کہ جنت کی عورتوں کے سردار ہیں اور ان کے نانا
حضرت رسول اکرم ﷺ ہیں جو خاتم النبیین سید المرسلین ہیں اور ان کے بھائی
حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ ہیں جو جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اور
ان کی ماں سیدہ فاطمہؑ ہیں جو تمام جہانوں کے عورتوں کے سردار ہیں

خود امام باقرؑ نے حضرت امام اعظم کے بارے میں جو تاریخی کلمات ارشاد فرمائے ہیں وہ کئی کبار ائمہ نے نقل کیے ہیں جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر اندلسی مالکی اپنی مشہور مستند کتاب میں نقل کی ہے راوی کہتے ہیں۔

كنّا عند أبي جعفر محمد بن علي فد خل عليه أبو حنيفة فسألهٗ
عن مسائل فأجابه محمد بن علي' ثم خرج أبو حنيفة فقال لنا
أبو جعفر ما أحسن هديهٗ و سمته وما أكثر فقهه۔[1]

ہم حضرت امام ابوجعفر محمد بن علی (الباقر) کے پاس بیٹھے تھے کہ امام ابو حنیفہ
تشریف لائے اور کئی مسائل کے بارے میں پوچھا امام باقر نے ان سب کا
جواب دیا پھر امام ابو حنیفہ تشریف لے گئے تو امام ابوجعفر نے ہم سے کہا کہ
''کیا ہی اچھا ان کا طریقہ اور روش ہے اور کیا ہی زیادہ ہے ان کی فقہ''۔

امام ابوزہرہ لکھتے ہیں:

وكل هولآء أئمة أخذ عنهم فقهاء العصر وأئمة الفقه فعن محمد
الباقر أخذ أبو حنيفة وكتاب الآثار لأبي حنيفة فيه الروايات
الكثيره عنه وعن إبنه جعفر

ان ائمہ اہل بیت سے بہت سے فقہاء عصر نے کسب علم کیا بالخصوص امام محمد
الباقر سے امام ابو حنیفہ نے علم حاصل کیا آپ کے کتاب الآثار میں امام محمد
الباقر اور ان کے بیٹے امام جعفر صادق دونوں سے بہت روایات نقل کی ہیں۔

[1] الانتقاء ص ۱۹۳

امام ابو موسیٰ جعفر بن محمد الصادق

سیدنا امام باقرؓ کی طرح ان کے خلف الرشید بیٹے سیدنا امام جعفر صادق سے بھی امام ابو حنیفہ نے علمی و روحانی روابط استوار کیے اور دونوں حضرات ایک ہی سن و سال کے تھے۔ دونوں ہی ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے لیکن سیدنا امام جعفر صادق کی وفات ۱۴۸ھ میں امام صاحب سے دو سال قبل ہوئی امام اعظمؒ ان کے شان میں فرمایا کرتے تھے۔

والله ما رأيت أفقه من جعفر إبن محمد الصادق [1]

میں نے جعفر سے بڑا کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔

ابو المؤید الخوارزمی نے جامع المسانید میں امام اعظم کی یہ روایت نقل کی ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

''میں نے امام جعفر صادق کو اختلاف فقہاء میں سب سے زیادہ اعلم دیکھا اسی لیے میں کہتا ہوں کہ میں نے سب سے زیادہ انہی کو فقہ کا ماہر دیکھا۔'' [2]

اور جامع المسانید میں امام صاحب کی یہ روایت بھی ہے جس میں فرماتے ہیں۔

''ایک دفعہ ابو جعفر منصور نے کہا اے ابو حنیفہ لوگ جعفر بن محمد پر بڑے فریفتہ ہیں ان کے لیے کچھ مشکل مسائل تیار کیجیے۔ آپ نے ان کے لیے چالیس مسائل تلاش کیے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں جب میں حیرہ کے شہر میں منصور کے دربار میں آیا تو حضرت جعفر صادق اس کے دائیں جانب تشریف فرما تھے میں ان سے اس قدر مرعوب ہوا کہ منصور سے بھی نہ ہوا تھا میں نے سلام کیا انہوں نے بیٹھنے کا اشارہ کیا میں بیٹھ گیا۔ منصور نے حضرت جعفر صادق سے مخاطب ہو کر کہا ابو عبد اللہ یہ ابو حنیفہ ہیں جعفر صادق نے فرمایا اچھا منصور نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا ابو عبد اللہ سے وہ پوچھے امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ میں پوچھتا جاتا اور آپ جواب دیتے جاتے اور فرماتے جاتے تم عراقی

---

[1] ابو حنیفہ [2] جامع المسانید ص ۲۲۲ ا

لوگ یوں کہتے ہو اہل مدینہ کا یہ قول ہے اور ہمارا یہ خیال ہے کبھی ہمارے موافق فتوی دیتے اور کبھی ان کے اور کبھی ہماری مخالفت کرنے لگتے یہاں تک کہ چالیس مسائل ختم ہوئے کوئی مسئلہ باقی نہ چھوڑا امام ابو حنیفہ نے فرمایا میں نے امام جعفر کو اختلاف فقہا میں سب سے زیادہ اعلم دیکھا اسی لیے میں کہتا ہوں کہ میں نے سب سے زیادہ انہی کو فقہ کا ماہر دیکھا اور فرمایا سب سے بڑا عالم وہ ہے جو لوگوں کے اختلافات سے زیادہ واقف ہو۔"[1]

واقعہ سے چند باتیں مترشح ہوتی ہیں پہلی یہ کہ امام صاحب کو منصور نے طلب کیا تا کہ امام جعفر سے مباحثہ ہو لیکن امام صاحب اپنے فطری سعادت کے وجہ سے دیکھتے ہی ان کی سیادت اور فقاہت کے قائل ہوئے یہ سادات کی جلالت شان ہے کہ وقت کے بڑے حاکم مطلق العنان کے موجودگی میں لوگ ان سے مرعوب ہوتے ہیں دوسری بات یہ کہ یہ واقعہ منصور کی سادات دشمنی سے قبل کا واقعہ ہے تیسری بات یہ کہ اپنے اساتذہ سے علمی مباحثہ علماء کے ہاں محمود ہے فن رجال کے مصنفین نے اور سوانح نگاروں نے باوجود ہم عمری کے امام جعفر صادق کو امام صاحب کا استاد قرار دیا ہے۔

جامع المسانید میں امام صاحب نے امام جعفر سے 7 سات روایتیں کی ہیں۔ امام صاحب نے حرمین کے قیام کے دوران اور کوفہ میں امام جعفر کے آمد کے موقع پر امام عالی مقام سے کسب فیض کیا۔ کئی سال ان کے دامن علم ومعرفت سے وابستہ رہے اور ان سے ظاہری و باطنی ہر دو علوم میں متبحر ہوئے۔

امام صاحب کو افتاء وارشاد کی اجازت

امام ابو یوسف کی روایت جسے امام کردری نے نقل کی ہے اس طرح ہے۔

عن أبی یوسف کان الامام یفتی فی المسجد الحرام إذ وقف علیه الامام جعفر بن محمد الباقر ففطن الامام فقام فقال یا إبن رسول الله لوعلمت أول ماوقفت لما قعدت وأنت قائم فقال

---

[1] جامع المسانید ص ۲۲۲
ا

اجلس فافت الناس فعلی هذا أدرکت آبائی [1]

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ مکہ مکرمہ میں مسجد حرام میں فتوی دے رہے تھے وہاں جعفر بن محمد الباقرؓ تشریف لائے اور لوگوں میں کھڑے ہوگئے۔ امام صاحب نے معلوم کرلیا کہ وہ آئے ہیں تو اٹھ کھڑے ہوگئے عرض کی اے ابن رسول اللہ ﷺ اگر آپ کے یہاں آنے یا کھڑے ہونے کا علم ہوتا تو ہرگز نہ بیٹھتا نہ لوگوں سے گفتگو کرتا آپ نے فرمایا آپ بیٹھیے اور فتوی دیجئے۔ میں نے اپنے آباؤ اجداد کو اسی طرح بیٹھے لوگوں کو سمجھاتے دیکھا ہے۔

اس واقعہ سے امام صاحب کی امام جعفر سے قائم تعلق خاطر کا اندازہ لگا سکتے ہیں حضرت امام صاحب کی تعظیم اور ان کے لیے امام جعفر کی تحسین و تائید کے کلمات اور اپنے آباؤ اجداد سے تشبیہ یہ وہ عظیم سند ہے جو صرف امام صاحب کے حصہ میں آئی۔

امام کردری ہی نے ایک اور روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں

''حضرت ابو عبداللہ جعفر صادق ایک بار کوفہ میں تشریف لائے تو حضرت امام ابو حنیفہ سراپا تعظیم بن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت امام جعفر صادقؓ نے بھی آپ کو بڑے اعزاز و اکرام سے اپنے پاس بٹھایا لوگوں نے آپ سے دریافت کیا حضور یہ کون ہیں جس کی آپ اتنی تعظیم کر رہے ہیں آپ نے فرمایا یہ ابو حنیفہ میں جن کی فقہ اور دیانت نے دھوم مچا رکھی ہے اور آج علم میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔''

یہ واقعہ ان والہانہ تعلقات اور عقیدت کا مظہر ہے جو آپ کی اور اہلبیت کے درمیان تھی جس کا ہر دو فریق کو پورا پورا احساس تھا۔ امام جعفر صادق کا یہ ارشاد بھی تاریخ کے اوراق پر ثبت ہیں فرمایا۔

هذا أبو حنفيه أفقه أهل بلده

---

[1] مناقب کردری ص ۱۳۲

یہ ابوحنیفہ ہیں جوکہ اپنے علاقے کے سب سے بڑے فقیہہ ہیں۔

مولانا ابوالوفاء لأ فغانی کے ایک شاگرد نے ان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ طریقت میں امام جعفر صادقؒ کے مجاز اور خلیفہ ہیں اور پھر حضرت داؤد طائیؒ امام صاحب کے مجاز و خلیفہ ہیں۔ امام صاحب سے یہ ارشاد منقول ہے جوکہ الزیدیہ کے مصنف نے بھی اپنی کتاب میں ان الفاظ کیاتھ نقل کی ہے۔ کہ یہ ان سالوں کی بات ہے جو امام صاحب نے حضرت جعفر کے خدمت میں کسب فیض میں صرف کیے۔

أما أبو حنيفة فقرأ على جعفر بن محمد وكان يقول لولا السنتان (اللتان قضاهما تلميذا لجعفر) لهلك النعمان[1]

پس ابوحنیفہ نے امام جعفر بن محمدؒ سے پڑھا ہے اور وہ کہا کرتے تھے کہ اگر یہ دو سال (جوکہ جعفرؒ کے شاگردی میں صرف ہوئے ہیں) نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہوجاتا۔

امام مناوی سمیت صوفیاء کے کئی سوانح نگار مصنفین نے امام صاحب کو تصوف وسلوک کے بڑے مشائخ میں شمار کیا ہے اور حضرت داؤد طائیؒ جوکہ امام صاحب کے خاص شاگردوں میں سے ہیں ان کی شہرت ہی تصوف و سلوک سے ہے امام ابوزہرہ "ابوحنیفہ" میں آپ کے اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولقد عدّ العلماء جعفراً هذا من شيوخ أبي حنيفة وإن كان في سنه

تحقیق علماء محققین نے حضرت جعفر صادقؒ کو امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ میں شمار کیا ہے اگرچہ وہ ان کے ہم عمر ہیں۔

حضرت ابومحمد عبداللہ بن حسن بن حسن سے تعلق

حضرت سیدنا ابومحمد عبداللہ بن حسن بن حسنؒ جوکہ حضرت سیدنا حسن کے اولاد میں سے ہیں۔ حضرت امام صاحب کو ان سے بھی روحانی علمی قلبی تعلق تھا آپ نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا کئی ائمہ اور سوانح

---

[1] الزیدیہ ص ۴۰

نگاروں نے امام عبداللہ بن حسن کو امام صاحب کا استاذ و شیخ بیان کیا ہے۔ یہ ثقہ محدث اور صدوق تھے۔ امام مالک اور سفیان ثوری جیسے اکابر ان سے روایت کرنے والوں میں تھے وہ علماء کے نزدیک قابل احترام اور عابد شب زندہ دار تھے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے یہاں تشریف لائے تو انہوں نے آپ کی بڑی عزت کی عباسی خلافت کے شروع میں خلیفہ سفاح سے ملے تو وہ بھی تعظیم بجالایا اور ایک ہزار درہم عطیہ کیا۔ منصور کے عہد خلافت میں معاملہ دگرگوں ہوگیا وہ ان کے اہل وعیال سے بہت بری طرح پیش آیا منصور نے ان سب کو پابجولاں مدینہ سے ہاشمیہ بھیج دیا۔ یہ وہاں قیدر ہے اور اکثر افراد خاندان وہیں فوت ہوئے۔

منصور کے دور حکومت میں تمام علویوں کے ساتھ ظلم و زیادتیاں ہوئیں لیکن حضرت عبداللہ بن حسن اور ان کی اولاد و خاندان نے اس ضمن میں باقی علویوں کو پیچھے چھوڑا۔ منصور کے انہی افعال شنیعہ کے بنا پر امام صاحب اس سے شدید متنفر ہوکر شدید نکتہ چینی کرنے لگے تھے کیونکہ آپ علویوں کو بہت چاہتے تھے اور بہت سے علوی آپ کے استاد بھی رہ چکے تھے اور انہیں حضرت عبداللہ بن حسنؓ سے خصوصی عقیدت تھی۔ یہ منصور کے قید میں ہی شہید ہوگئے اسی سال ۱۴۵ھ کو ان کے دو عظیم اولعزم بیٹے محمد اور ابراہیم بھی منصوری لشکر کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ حضرت امام صاحب کا حضرت عبداللہ بن حسنؓ سے خط و کتابت کا سلسلہ بھی رہا۔ امام ابو زہرہ اپنے مشہور تصنیف ''ابو حنیفہ'' میں مناقب اُبی حنیفہ مکی اور مناقب ابن بزازی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

> وأبو محمد عبدالله بن الحسن بن الحسن قد تتلمذله أبو حنيفة كما جاء في المناقب — وكانت له بعبدالله مودة خاصة"[1]
>
> ابو محمد عبداللہ بن الحسن بن الحسن جن سے حضرت امام ابو حنیفہ کو شرف تلمذ حاصل ہے جب کہ مناقب میں آیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کو حضرت عبداللہ بن حسن سے خصوصی محبت تھی

مذہب حنفی کے قبولیت میں اہل بیت کا اثر ہے

اور ''الامام زید'' میں ہے کہ حنفیت کے عالم میں شیوع میں اہل بیت کی تاثیر کارفرما ہے۔

---

[1] الامام زید ص ۴۱

حسب القاری أن یعلم أن الصلة العلمیة بین الأئمة أصحاب المذاهب التی أنتشرت فی الأمصار کانت قویة. إذ کانوا علی إتصال بأئمة آل البیت رضوان اللّٰه علیهم فأبو حنیفه کان علی إتصال بالأئمة محمد الباقرؑ وإبنه جعفر الصادق وعلی إتصال بالإمام زید ومن حمل رسالته من بعده من أهل البیت مثل الإمام عبداللّٰه بن حسن الذی مات فی حبس المنصور شهیداً مظلوماً کما حمل ابو حنیفة من بعد (۱)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

وآخذ أیضاً عن عبداللّٰه بن حسن وکانت له به صحبة.

قاری کو یہ معلوم ہونا چاہیے گا کہ اصحاب مذاہب اور ائمہ اہل بیتؑ کے درمیان علمی تعلق کا اثر مذاہب کے پھیلنے میں بہت بنیادی اور قوی ہے۔ پس امام ابو حنیفہؒ کا علمی تعلق ائمہ اہل بیت میں سے محمد الباقرؑ ان کے بیٹے جعفر صادق اور امام زید بن علیؑ اور ان کے بعد ان کے علوم کے علمبردار امام عبداللہ بن حسنؑ سے خاص علمی تعلق تھا۔ عبداللہ بن حسنؑ وہی ہیں جنہوں نے منصور کے قید میں مظلومانہ شہادت پائی جیسا کہ ان کے بعد ان کی طرح امام ابو حنیفہؒ کو قید کیا گیا۔

اور امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن حسنؑ سے بھی علم حاصل کیا آپ کی ان کے ساتھ بڑی صحبت رہی

امام موسیٰ کاظم سے تعلق

حضرت ابو علی موسیٰ بن جعفر الکاظمؑ کے علم وفضل جود وسخا عفو ودرگزر زہد وتقویٰ پر زمانہ شاہد ہے۔ آپ حضرت

۱؎ الامام زید

امام اعظمؒ کا بہت احترام اور عزت افزائی کرتے تھے امام صاحب کی قدومنزلت امام کاظمؑ کے ہاں کتنی تھی۔ اس کا اندازہ اس روایت سے لگا سکتے ہیں۔

أورد الثقة فی تصنیفه مناقب لأبی حنیفه رحمه الله فقال نظر موسی إبن جعفر الصادق إلی أبی حنیفة فقال له أنت النعمان فقال و کیف عرفتنی فقال قال الله تعالیٰ سیماهم فی وجوههم من أثر السجود [1]

ایک ثقہ امام نے اپنی تصنیف مناقب ابی حنفیہ میں لکھا ہے کہ سیدنا موسیٰ بن جعفر نے جب امام ابوحنیفہ کو پہلی بار دیکھا تو آپ سے فرمایا کیا تم ہی ابوحنیفہ ہو عرض کیا حضور مجھے ہی نعمان بن ثابت کہتے ہیں۔ آپ نے حضرت موسیٰ کاظم سے پوچھا حضور آپ نے مجھے کیسے پہچانا حضرت موسیٰ کاظم نے فرمایا میں نے قرآن میں پڑھا ہے کہ ان کے پیشانیوں پر سجدہ کے نشان ہوں گے۔

اس روایت کے مطابق امام اعظم کی امام موسیٰ کاظم سے ملاقات اور کسب فیض بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس طرح سے امام صاحب کو اہلبیتؑ کے تین پشتوں کے تین جلیل القدر ہستیوں کی معیت زیارت اور تلمذ کا شرف اور کسب فیوض ظاہر یہ و باطنہ کا زریں موقع ہاتھ آیا زہے نصیب۔ حضرت سیدی وسندی شاہ سید نفیس الحسینی دامت برکاتھم العالیہ کا دو مرتبہ بغداد کا سفر ہوا فرماتے ہیں۔ آج بھی امام موسیٰ کاظم اور امام اعظم دونوں بغداد میں دریائے دجلہ کے دونوں کناروں پر آمنے سامنے آسودہ خاک ہیں امام صاحب والے کنارے کو اعظمیہ اور امام موسیٰ کاظم والے کنارے کو کاظمیہ کہتے ہیں۔ اور حضرت امام کاظم کے احاطہ میں ہی حضرت قاضی ابو یوسف بھی مدفون ہیں۔

امام اعظم کے دور کے سیاسی حالات

امام ابوحنیفہؒ نے بنوامیہ اور بنوعباس دونوں کا دور پایا ان کا سیاسی مزاج اور طرز حکمرانی کو قریب سے دیکھا گو کہ دونوں خاندان ایک دوسرے سے شدید دشمن تھے تاہم ان کی آپس میں کئی چیزیں قدر مشترک تھیں ایک یہ کہ

---

[1] مناقب کردری ص ۲۴۳ مناقب موفق ص ۲۳۲

دونوں نے اہلبیت دشمنی کی انتہا کر دی اور دوسری دونوں اپنی حکمرانی کو سب چیزوں پر ترجیح دیتے تھے۔ دونوں کا الگ الگ مختصر سیاسی حالات و خیالات پیش کیے جاتے ہیں۔

(اموی دور)

اموی دور خلافت میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد میں آنے والے جن سلاطین نے خود کو شرعی خلیفہ کہلوایا وہ قطعاً اس کے اہل نہیں تھے سوائے حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کے کہ وہ واقعی استحقاق رکھتے تھے۔ ان کا دور پرامن دور تھا آل رسول نے صرف انہی کے دور میں چین و سکون حاصل کی اور ان کی عزت افزائی کی گئی اور حضرت علیؓ اور آل رسول کو برا بھلا کہنا سخت ممنوع قرار پایا۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے علاوہ دیگر امراء کے دور میں کثرت سے بدامنی رونما ہوئی بہت سے ممتاز دینی رہنماؤں کو ایذائیں دی گئیں اور بہت سے صحابہ کرامؓ اور تابعین ائمہ فقہا ان کے شوریدہ سری کا شکار ہو کر شہیدان راہ وفا کے قافلہ کے شریک سفر ہوئے۔ ان مظالم کو وہ لوگ حکومت کے وجہ سے کوئی دینی حرج نہیں خیال کرتے تھے چنانچہ جب انصار مدینہ کی اولاد نے یزید کی بیعت توڑ دی تو اس نے اپنے لشکر کو حرم رسول میں کھلی چھٹی دی چنانچہ جو جی میں آیا کیا گیا۔ نہ شریعت کی کوئی پرواہ نہ حرمت رسول کا پاس رکھا گیا تین دن تک حرم رسول ویران رہا نہ نماز اور نہ ہی اذان اس سے بڑھ کر حرماں نصیبی کیا ہے اور پھر جب حضرت سیدنا حسینؓ نے بیعت نہ کی تو بزور شمشیر بیعت کروانے کی کوشش ہوئی لیکن انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ حضرت حسینؓ یزید کی حکومت کو اسلامی نظریہ کے خلاف جانتے تھے چنانچہ میدان کربلا میں یزید کے اعوان و انصار نے نواسہ رسول کو خاک و خوں میں تڑپا دیا اور اہل خاندان کو بھی ناحق تہ تیغ کیا۔ اس میں بھی نہ قرابت رسول کی پرواہ کی نہ دینی تقاضوں اور ہدایات کو مدنظر رکھا گیا۔ حضرت حسینؓ کے جسد اطہر کی توہین کی اور ان کے مبارک سر کو دمشق تک لے جایا گیا اور آپ کے بچے کھچے اہل و عیال کو قیدیوں کی طرح یزید کے پاس لے جایا گیا۔ اگر یہ یزید کے منشاء و مرضی کے بغیر ہوا تو کس کو اس حادثہ پر سزا دیا کس کو تہ تیغ کیا گیا یا کس کو معزول کیا گیا۔ پھر اموی دور حکومت کے آخر میں خصوصیت سے علوی سادات کو نشانہ عتاب بنایا گیا۔ خصوصاً حضرت زید بن علیؓ اور ان کے بیٹے یحیٰؓ اور عبداللہ بن یحیٰؓ ایک ایک کر کے بے گناہ شہید کر دیے گئے۔

علوی سادات پر اتنی سختی تھی کہ حضرت علی کا نام مجالس میں نہ لیا جاتا اور سر عام آپ کو برا بھلا کہا جاتا یہاں تک کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اموی سربراہ حکومت کو اس پر نکیر میں خط لکھا لیکن آپ کے خط کو بھی پرکاہ کی حیثیت نہ دی (تا آنکہ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کا مبارک دور آیا تو یہ نامبارک سلسلہ ختم ہوا) اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف لشکر کشی کی گئی کعبۃ اللہ کی حرمت بہت بری طرح پامال کر دیا گیا اور کعبہ پر سنگ باری کی گئی یہاں تک کہ امن کا گہوارہ باوجود اپنے برکتوں کے خون میں نہا گیا یہاں بھی کئی دن عبادت کا سلسلہ منقطع رہا۔ اموی گورنر حجاج جسے حضرت حسن بصریؒ نے اس امت کا فرعون قرار دیا ہے اس نے تو اہل بیت دشمنی کی حد کر دی بڑے بڑے کبار تابعین اور صحابہ گو حب آل رسول کے جرم میں شہید کیا جن میں سر برآوردہ شخصیت حضرت سعید بن جبیرؒ کی ہے۔ اموی دور حکومت میں ایک خرابی قومی عصبیت کی پیدا ہوئی عربوں اور غیر عربوں کے درمیان گہری خلیج پائی گئی جس کا امت کو سخت نقصان ہوا۔

عباسی خلافت:

عباسی خلافت کی تحریک چلانے والوں نے بنوامیہ کے مظالم اور ناانصافی جو انہوں نے علویوں کے ساتھ روا رکھی تھی کو اپنا نعرہ بنایا جس سے بہت سے علوی سادات کو تکالیف پہنچیں بالآخر خلافت بنوعباس کو ملی تو عباسی دور کے ابتدائی خلفاء کے دور میں سادات کی حوصلہ افزائی اکرام واحترام کا معاملہ کیا گیا۔ لیکن وقت گذرنے کے ساتھ عباسی خلفاء کو علوی سادات جن کے بدولت ان کو خلافت ملی سے رقابت پیدا ہوگئی اور منصور عباسی کے دور میں یہ معاملہ اپنے انتہا کو پہنچا چنانچہ اس نے حضرت محمد نفس زکیہؒ اور ابراہیمؒ کو شہید کر دیا اور حضرت عبداللہ بن حسنؒ کے پورے خاندان کو قید و بند میں ڈال دیا اور سادات پر شک کیا جانے لگا اور ان کی نگرانی کی جانے لگی اور ان کے ساتھ دینے والوں کے لئے بھی زمین تنگ کر دی گئی۔ اس طرح یہ دور بھی اسی ڈگر پر آ گئی جس پر بنوامیہ چلتی رہی تھی۔ جس طرح بنوامیہ کے دور میں حضرت علیؓ کا نام لینا مشکل تھا اسی طرح بنوعباس کے دور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لینا مشکل تھا۔

امام اعظم کا سیاسی نظریہ اور اس کی بنیاد:

امام اعظم نے اموی وعباسی دونوں دور دیکھے اس دوران آپ کو دونوں کے خیالات نظریات قریب ودور سے دیکھنے کا موقع ملا آپ کی سیادت وجاہت اور لوگوں کے دلوں میں آپ کی عقیدت اور اہل علم میں آپ کی شہرت سے خائف ہوکر دونوں ادوار کے حکمرانوں نے آپ کو قریب کرنا چاہا لیکن اس میں انہیں ناکامی ہوئی تاہم اسی کشمکش میں آپ کو بہت کچھ سمجھنے کا موقع ہاتھ آیا۔

چنانچہ آپ کے فتاوی دروس اور تعلقات میں کئی مواقع پر وقت کے حکمران کے مخالفت میں جاتے دکھائی دیتے ہیں۔ جن کی تفصیل آئیگی۔

آپ کی طبعی اور قلبی میلان بنو عباس اور بنو امیہ کے مقابلہ میں حضرت سیدنا علیؓ کے اولاد کی جانب تھا جو کہ حضرت فاطمہؓ کے بطن اطہر سے تھے اور یہی میلان آپ کے ابتلاء کا سبب ہوا۔

دوسرا سبب امام صاحب کی اہل بیت کی تائید ونصرت اور اموی وعباسی امراء کی سرعام مخالفت کا مرکزی نقطہ نظر اور سبب امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا جذبہ غالبہ تھا۔ کیونکہ امام صاحب کے دور کے عالم استبداد میں امر بالمعروف کے بارے میں دو قسم کی رائیں پائی جاتی تھیں۔

ایک یہ کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم ساقط ہے کیونکہ جابرہ ڈکٹیٹرز کی حکومت ہے لہذا امر بالمعروف کارگر نہیں۔ اس گروہ کی دلیل حدیث ابوثعلبہؓ تھی۔ اور ایک گروہ جو کہ ہر حال میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قائل تھا۔ حضرت امام صاحب بالکل قول وسط کے قائل تھے کہ امر بالمعروف کا حکم بالکل ساقط تو نہیں ہوسکتا۔ لیکن اس کے لئے صورتیں بنائیں اور اتنی طاقت حاصل کریں کہ امر بالمعروف موثر ہو چنانچہ اسی نظریہ کے تحت حضرت زید بن علیؓ کی حمایت کی چنانچہ احکام القرآن میں امام جصاصؒ نقل کرتے ہیں کہ:

وإن وجد عليه أعوا انا صالحين و رجلا يرأس عليهم مامونا على دين الله لايحول[1]

ہاں اگر ایسے صالح رفقاء میسر آئیں اور ایک آدمی ان کی قیادت کرے یہ آدمی ایسا ہو جو

---

[1] احکام القرآن ص ۲۲ / ۲

اللہ کے دین میں قابل اعتماد ہو اور اپنے مسلک سے نہ ٹلے۔

تاہم اگر کوئی انفرادی امر بالمعروف کرتا ہے اور اس کی پاداش میں قتل ہوتا ہے تو وہ شہید اور مجاہد کہلاتا ہے۔ جیسا کہ علامہ عینی احناف کا مسلک بیان کرتے ہیں۔

لوعلم أنهم يصبر على من ضربهم ولم يشكوا إلى أحد فلاباس به و هو مجاهد [1]

اگر سمجھتا ہے کہ مخالفین کی مار دھاڑ ظلم اور ناانصافی پر صبر کرے گا اور کسی کے آگے اس کا شکوہ نہیں کرے گا تو پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے میں ایسے آدمی کے لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ وہ مجاہد ہے۔

حضرت امام صاحب کے ہاں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم انفرادی سے بڑھ کر اجتماعی عمل اور حکم ہے۔ جس کے لئے طاقت ضروری ہے خصوصاً حکومت وقت کی اصلاح کے لئے۔ اور سیاسی خاندانی علمی اور روحانی مرجع الخلائق شخصیت ہی اس عمل کو اپنے متبعین کے حمایت سے بجا لاسکتی ہے۔ یہ خصوصیت کبار اہل بیت مثلاً حضرت حسینؓ، حضرت زید بن علیؓ، اور ان کے بعد حضرت محمد بن عبداللہؒ اور حضرت ابراہیم بن عبداللہؒ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

امام ابوبکر الجصاصؒ امام صاحبؒ کی اسی نقطہ نظر کو بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

هذه فريضة ليست كسائر الفرائض لأن سائر الفرائض يقوم بها الرجل وحده۔ [2]

امر بالمعروف کا فریضہ دوسرے فرائض کی طرح نہیں کیونکہ دوسرے فرائض آدمی انفرادی طور پر بخوبی بجا لاسکتا ہے۔

اہل بیت عظام اور امام صاحب کے اصلاحی تحریک کی تائید میں دو احادیث مبارکہ نقل کی جاتی ہیں امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن من اعظم الجهاد كلمة عدلٍ عند سلطان جائر۔ [3]

---

[1] احکام القرآن ص ۲۲/۲ [2] ایضاً [3]

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہے۔

اور دوسری حدیث خود امام صاحب سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ:

عن إبن عباسؓ قال قال النبی صلی الله علیه وسلم سید الشهداء حمزة بن عبد المطلب ورجل قام إلی إمام جائر فأمره ونهاه فقتله [1]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا شہداء کے سردار حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ ہیں اور وہ شخص ہے جو ظالم امام یعنی حاکم کے سامنے کھڑا ہوا اور اسے معروف کا حکم دیا اور منکر سے روکا اس پر اس کو حاکم نے قتل کر دیا۔

حضرت زیدؓ کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جذبہ غالبہ:

حضرت زید بن علیؓ جن کے ساتھ حضرت امام صاحب نے تعاون کیا وہ فرماتے ہیں کہ

"شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے اپنے دین کو حد کمال تک پہنچانے کا اس وقت موقع دیا جب کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سخت شرمندہ تھا کہ ان کی امت کو معروف کا حکم کیوں نہیں دیا اور منکر سے کیوں نہیں روکا۔ خدا کی قسم مجھے یہ چیز سخت ناگوار تھی کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کروں کہ ان کی امت کو نہ معروف کا حکم دیا ہوتا نہ منکر سے روکے ہوتا۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ کی کتاب اور رسول ﷺ کی سنت کو جب میں نے درست کر لیا تو اس کے بعد مجھے قطعاً پرواہ نہیں ہے کہ میرے لئے آگ جلائی جائے اور مجھے اس میں جھونک دیا جائے۔" [2]

حضرت زید نے اپنی قسم کو پورا کر دکھایا امر بالمعروف اور نہی المنکر کے پاداش میں آپ کی نعش مبارک دو سال کے عرصہ تک حکومت نے تختہ دار پر چڑھائے رکھا۔

احادیث مبارکہ اور حضرت امام صاحب کا نظریہ اور فرامین اور خود حضرت زید کی وضاحت کے بعد بھی اگر

---

1. احکام القرآن ص ۳۲/۲ 2. روض النضیر ص ۵۰

کوئی سادات کرام کی اصلاح وتجدید دین کے مساعی جمیلہ ومشورہ پر انگشت نمائی کرے تو اس کا جواب اس کے سوا کیا ہوگا کہ اسے اپنی عاقبت سے کوئی سروکار نہیں۔

حضرت سیدنا زیدؓ کی تائید ونصرت:

حضرت زیدؓ ہر لحاظ سے اپنے وقت میں دوسرے تمام اہل بیت میں سربرآوردہ شخصیت تھے چنانچہ امام جعفر الصادقؓ جو کہ آپ کے بھتیجے ہیں آپ کے بارے میں کہتے ہیں۔

> ''واللہ میرے چچا ہم لوگوں میں سب سے زیادہ قرآن کے پڑھنے والے سب سے زیادہ اللہ کے دین میں سمجھ رکھنے والے اور رشتہ کا خیال کرنے والے تھے خدا کی قسم دنیا وآخرت دونوں کے لئے یعنی دونوں کے متعلقہ مسائل کے لئے انہوں نے ہمارے خاندان میں اپنے جیسا آدمی نہیں چھوڑا'' [1]

بڑے بڑے کبار تابعین فقہا محدثین مثلاً سلمہ بن کہیلؒ۔ شعبہ بن حجاجؒ سفیان ثوریؒ وغیرھم نے آپ کے لئے عقیدت ومحبت کا والہانہ اظہار کئے ہیں اور آپ کی جدوجہد کی تائید وتصویب کی ہے۔

حضرت زیدؓ کے ساتھ امام صاحب کے رابطے:

حضرت زیدؓ نے ہشام بن عبدالملک کے دور حکومت میں اصلاح کی تحریک اٹھائی آپ کوفہ میں تشریف لائے روایات کے مطابق امام صاحب بھی حضرت زید کی حمایت کے لئے لوگوں سے کہتے تھے۔ حضرت زید اور امام صاحب کے درمیان باقاعدہ مخصوص قاصد ہوتے تھے جن کے ذریعے امام صاحب مشورے پہنچایا کرتے اور مالی تعاون بھیجا کرتے تھے ایک قاصد کا نام فضیل بن زبیر تھا اس کا بیان ہے۔

> كنت رسول زيد بن علي إلى أبي حنيفة۔ [2]
>
> میں ابوحنیفہ کے طرف حضرت زید کا قاصد ہوا کرتا تھا۔

معلوم ہونا چاہئے کہ اہل بیت کی سخت نگرانی ہوتی تھی خصوصاً کوفہ میں لہذا لازمی امر ہے کہ امام صاحب بھی

[1] روض النضیر ص ۵۰ [2] روض النضیر ص ۵۰

نگرانوں کی نظروں میں ہوں گے کیونکہ آگے کے واقعات اس خیال کی پوری تصدیق کرتے ہیں۔

بلاذری نے انساب الاشراف میں لکھا ہے۔

قال وبعث (زید) إلی أبی حنیفه فکاد (أن) یغشی علیه فرقا وقال للرسول من أتاه من الفقهاء فقیل له۔ سلمة بن کهیل ویزید بن أبی زیاد و هاشم البرید وأبوهاشم الرمانی وغیر هم فقال لست أقوی علی الخروج و بعث إلیه بمال قواه به۔

ترجمہ! حضرت زیدؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے پاس اپنا قاصد بھیجا امام ابوحنیفہ حضرت کے غم فرقت میں نڈھال تھے آپ نے ان سے پوچھا کہ حضرت زید کے پاس فقہاء میں سے کن کا آنا جانا زیادہ ہے بتایا گیا سلمہ بن کہیل، یزید بن ابی زیاد، ھاشم البرید، ابوھاشم الرمانی وغیرہ۔ فرمایا مجھ میں خروج کی طاقت نہیں لیکن آپ نے نقد مال بھیجا تا کہ اس سے ان کو تقویت ہو۔[1]

امام ابی طالب یحیٰی بن حسین الھارونی الحسنی الافادۃ میں فرماتے ہیں۔

ومن الفقهاء الذین إختلفوا إلیه وأخذواعنه أبوحنیفه وأعانه بمال کثیر۔[2]

ترجمہ! فقہاء میں سے جنہوں نے آپ سے ملاقات کی اور علم حاصل کی ان میں سے امام ابو حنیفہ ہیں جنہوں نے حضرت زید کی بہت سے مال کے ساتھ معاونت کی

آپ کی محبت اہل بیت اہل بیت کے زبان سے:

ابوالفرج الاصبھانی نے مقاتل الطالبیین میں حضرت زید کے حالات میں لکھا ہے۔

حدثنی علی بن عباس قال حدثنا أحمد بن یحییٰ قال حدثنا عبدالله بن مروان بن معاویه قال سمعت محمد بن جعفر بن محمد فی دارالامارة یقول رحم الله أبا حنیفه قد تحققت مودته' لنافی نصرته زید بن علی۔[3]

اللہ ابوحنیفہؒ پر رحمت فرمائے تحقیق ان کی محبت جو ہم سے ان کو تھی وہ متحقق ہوگئی ہے جس

---

[1] انساب الأشراف ص ۲۳۹ / ۳   [2] الافادہ ص ۲۳   [3] مقاتل الطالبیین ص ۱۴۵

طرح انہوں حضرت زید سے معاونت کی

مقاتل الطالبین ہی میں حضرت زید کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم نے حضرت زید کے پیامبر فضیل بن زبیر سے کہا۔

قل لزید لك عندی معونة وقوة علی جهاد عدوك فاستعن بها أنت وأصحاب فی الكراع والسلاح۔[1]

ترجمہ! اے فضیل حضرت کو میرا یہ پیغام دیجیے کہ آپ کے لیے آپ کے دشمن کے خلاف میرے پاس اسباب تعاون ہے آپ اس سے اپنے ساتھیوں کے لیے سامان واسلحہ کا بندوبست فرمائیں

امام صاحب کو حضرت زیدؓ کی تحریک کی کامیابی کے بارے شدید فکر لاحق تھی چنانچہ تحقیق کرتے رہتے تھے اور حضرت زیدؓ کو قیمتی مشورے دیا کرتے اور دیکھتے کہ حضرت زیدؓ کے ہاں کن لوگوں کا آنا جانا ہے انہی قاصد فضیل کا کہنا ہے کہ حضرت امام صاحب نے ایک دفعہ پوچھا کہ حضرت زیدؓ کے پاس کن کن فقہاء کا آنا جانا ہے۔ اسی سے آپ کی فکر اور دلچسپی معلوم ہوتی ہے۔

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک میں حضرت زید کا منشور دیکھا جائے فرماتے تھے۔

''ہم تم لوگوں کو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور تمہیں بلاتے ہیں کہ آؤ اور ظالموں سے جہاد کرو اور جو کمزور ہو گئے ہیں ان کو ظلم سے بچاؤ جو اپنے حقوق سے جو محروم کئے گئے ہیں ان کے حقوق ان تک پہنچاؤ اور مسلمانوں کا یہ مال جو بیت المال میں جمع ہوتا ہے اس کو مساوی طور پر مسلمانوں میں تقسیم کرایا جائے''

آپ کے ان اعلی مقاصد کے لئے اٹھائی گئی تحریک میں روافض کے علاوہ بہت سے لوگ شامل ہو گئے۔ لیکن بعد میں بہت تھوڑے رہ گئے اور کوفہ والے مدد کے لئے نہ پہنچ سکے کیونکہ اموی گورنر کو قبل از وقت پتہ لگا اس نے کوفہ کے لوگوں کو محاصرہ کر کے نکلنے نہ دیا۔

---

[1] مقاتل الطالبین ص ۱۳۶

امام صاحب کا فتوی حضرت زید کے تائید میں:

آپ نے فرمایا کہ حضرت زید امام برحق ہیں آپ کی تحریک بھی برحق ہے میں آپ کا ساتھی ہوں۔ مناقب مکی میں ہے۔

كان زيد بن علي أرسل إلى أبي حنيفة يدعوه إلى نفسه فقال أبوحنيفه لرسوله لوعلمت أن الناس لايخذلونه و يقومون معه قيام صدق لكنت أتبعه وأجاهد معه من خالفه لأنه إمام حق لكنّي أخاف أن يخذلوه كما خذلوا أباه۔[1]

حضرت زید نے قاصد حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پاس بھیجا کہ ان کو اپنی طرف دعوت دے تو امام صاحب نے اس قاصد سے کہا اگر مجھے یقین ہوتا کہ لوگ بروقت آپ کا ساتھ چھوڑ نہ دیں گے اور آپ کی امانت میں ثابت قدم رہیں گے تو میں آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت کرتا آپ کے مخالفین کے ساتھ جب کہ آپ والد کو (حسینؓ وعلیؓ) کو رسوا کیا کیونکہ آپ امام برحق ہیں لیکن مجھے خوف ہے کہ لوگ آپ کو رسوا کریں گے۔

حضرت زیدؒ کا جہاد بدر کی جہاد کی طرح ہے:

حضرت زیدؓ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کے بارے میں آپ سے سوال کیا گیا تو فرمایا:

فقال خروجه يضاهي خروج رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم بدر۔[2]

فرمایا حضرت زید کا جہاد کے لئے نکلنا آنحضرت ﷺ کے بدر کے دن نکلنے کے مشابہ ہے۔

یعنی آپ کے ہاں حضرت زید کا جہاد جو انہوں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے شروع کی اس کی قدر وقیمت اور درجہ وشان غزوہ بدر کی طرح ہے اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کس قدر حضرت زید کے حمایتی تھے۔

مختلف النوع امداد

امام صاحب خود بعض شرعی اعذار کے وجہ سے نہیں جا سکے لیکن آپ نے بحیثیت ایک مفتی اور مذہبی رہنما

---

[1] مناقب مکی ص ۲۳۹ [2] ایضاً

کے حضرت زید کے بارے میں درجہ بالا فتوی دے کر اپنا پورا حصہ ڈال دیا۔ کیونکہ آپ جیسے مشہور و معروف مرجع الانام فقیہہ وقت کا فتوی وہ کام کر سکتی ہے جو ایک لشکر شاید ہی کر سکے۔

لیکن آپ نے صرف زبانی نصرت کے بجائے مالی طور پر پورا پورا مدد فرمایا بذریعہ قاصد مشاورت الگ ہے۔ چنانچہ روایت میں ہے۔

وبعث اليه بعشرة آلاف درهم۔[1]

ان کے طرف دس ہزار درہم بھیجے۔

تاہم آپ بعض شرعی اعذار کے وجہ سے بنفس نفیس شرکت نہ کر سکے جس کا آپ نے اظہار کیا۔ کہ میرے ذمہ امانتیں ہیں جسے کوئی دوسرا اپنے ذمہ لیتا نہیں دوسرا یہ کہ آپ کو حضرت زید کے اعوان و انصار پر اعتماد نہیں تھا۔

امام صاحب کے خدشہ کے مطابق واقعہ ہوا کہ آخر میں بہت کم لوگ رہ گئے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ان دنوں میں آپ بیمار تھے۔

شہادت زیدؓ:

علم و عمل تقوی اور غیرت علی الحق کا پیکر صبر و استقامت کا پہاڑ اسلام کی سچی اور حقیقی عظمت و شوکت کے بحالی کے لئے برسر پیکار سیدنا زید بن علیؓ نے کوفہ میں قیام کیا اور لوگوں کو نصرت کی دعوت دی چنانچہ اہل کوفہ میں سے بعض روایات کے مطابق -/15000 پندرہ ہزار اور بعض روایات میں چالیس ہزار لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

آپ کے اصلاحی تحریک کے ان ایام میں پورے عراق کا گورنر یوسف بن عمر تھا آپ نے اعلان جہاد کے لئے یکم صفر المظفر ۱۲۲ھ بدھ کی رات کی تعیین فرمایا۔ دشمنان اہل بیت نے اہل کوفہ کو شہر کی مسجد اعظم میں محصور کر دیا تا کہ امام صاحب کی نصرت نہ ہو سکے۔ اور حضرت امام صاحب پر لشکر کشی کی۔ اس سبب امام زید کو قبل از وقت ہی مقابلہ میں اترنا پڑا۔

اس تاریخی معرکے میں دونوں لشکروں کے تناسب میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ مورخ طبری کے بقول

[1] مناقب مکی ص ۲۳۹

حضرت زید کے ساتھ ۲۱۸ مجاہد تھے اور بعض روایت میں ۳۱۳ بھی مندرج ہیں۔ جبکہ دشمن پندرہ ہزار کا لشکر کے ساتھ میدان میں آیا تھا۔ یہ حضرت زید ہی کے فطری شجاعت اور عزم و توکل کا عظیم مظاہرہ تھا کہ یہ حق و باطل کا معرکہ کئی روز تک چلتا رہا۔

اہل کوفہ کے طرف سے پیمان شکنی نہ ہوتی راز افشا نہ ہوتا تو آپ ضرور کامیاب ہوتے مگر یہ پیکر شجاعت جبل استقامت اپنے چند فدائیوں کے ساتھ ڈٹے رہے۔ یہاں تک کہ رات کو اچانک آپ کی پیشانی مبارک کی بائیں جانب ایک تیر لگا اور دماغ میں پیوست ہوگیا۔ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس آ گئے حران بن زید کے گھر میں قیام پذیر تھے وہیں پر شقیر نامی طبیب کو لایا گیا اس نے پیشانی سے تیر کھینچا تیر کے نکلنے کے ساتھ ہی آپ کی شدت درد سے چیخ نکل گئی اس کے چند لمحے بعد آپ کی روح مبارکہ پرواز کرگئی۔

آپ کے ساتھی آپ کے جسد اطہر کے بارے میں سخت پریشان ہوئے کہ اس کو کہاں دفن کر کے چھپائیں کیونکہ حکومت والوں کو معلوم ہونے کی صورت میں شدید بے حرمتی کا خدشہ تھا۔ چنانچہ مٹی نکالنے کے ایک گھڑے میں ایک نالے کے کنارے دفن کر کے اس پر پانی چھوڑ دیا۔ لیکن حکام نے شقاوت کو بھی شرما دیا۔ آپ کے ایک سندی غلام کے ذریعے قبر معلوم کر لی اور آپ کے جسد اطہر کو نکالا اور جمعہ کو آپ کا سر مبارک کاٹ کر حجاج بن قاسم کے ذریعے یوسف بن عمر کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد ظالموں نے آپ کے جسد اطہر کو سولی دی۔ ان کا آپ کو سولی دنیا اتنی ناپاک جسارت تھی کہ جس کا تصور ناممکن تھا چنانچہ اللہ پاک نے ان کو اس جرم کا سزا دیا کہ کتنے ہی اموی حکمرانوں گورنروں کی لاشوں کو عباسی نکال نکال کر سولی دیتے تھے۔

آپ کا ایک بیٹا یحیٰی وہاں سے نکل کے خراسان گئے لیکن وہاں بھی ان کو تلاش کیا گیا ایک معرکہ میں آپ کو فتح ہوئی لیکن پھر ایک مکان میں چھپے ہوئے تھے کہ چھاپہ پڑا اور مقابلہ میں شہید کر دیئے گئے۔ آپ کی شہادت کی خبر جب امام ابوحنیفہ کو پہنچی تو بہت زیادہ روئے جب بھی آپ کا تذکرہ ہوتا تو اتنا روتے کی ھچکی بند ہو جاتی۔ اور حضرت زید کے دوسرے بیٹے جنہیں حسین ذوالدمعہ بھی کہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم اور ذوالنفس الزکیہ کے ساتھ شریک جہاد رہے ان کے شہادت کے بعد مدینہ میں روپوش

رہے حضرت جعفر صادق کے گھر رہے اس دوران ان سے جملہ علوم میں کسب فیض کیا۔ حضرت زید کی شہادت کے بعد بھی حضرت جعفر صادق کے گھر میں رہے تھے اس لئے آپ کی تعلیم اور پرورش دونوں حضرت ہی کے ہاں ہوئی۔ جب حکومت نے پیچھا کرنا ترک کیا تو پھر ظاہر ہوئے۔ سیدی و مولائی مرشدی و سندی حضرت اقدس شاہ سید نفیس الحسینی دامت برکاتھم بھی آپ کے اولاد اطہار میں اور آپ کے علوم و محاسن کے علمبردار ہیں۔

اموی حکمرانوں نے طرف سے ابتلا:

آپ نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک زید بن علیؓ کس قدر بلند درجہ و مرتبہ رکھتے تھے ان کے جہاد کو بدر کے جہاد سے تشبیہ دیتے اور ان کے علم و فضل اخلاص و دین کے سخت مداح نظر آتے ہیں اور ان کو خلیفہ برحق کہتے ہیں حتی الوسع ان کی مالی مدد و نصرت بھی کرتے ہیں تاکہ ان کے جہاد میں شریک ہوسکیں آخر الامر ان کو بے دردی سے شہید کئے جاتے ہوئے دیکھتے ہیں پھر اس عظیم المرتبت شخصیت کے نعش کے ساتھ توہین ہوتے دیکھتے ہیں تو امام صاحب جیسے صاحب غیرت علی الحق کے لئے یہ سب ناقابل برداشت نہیں ہوگا؟ چنانچہ بعد میں امویوں کو اپنے ارشادات وعظ و دروس میں مطعون کیا ہوگا کیونکہ اس کے بعد آپ کو اموی حکومت سے جو مصائب پہنچے وہ اس موقف کے لئے موید ہیں۔ جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

مناقب موفق مکیؒ اور دیگر اصحاب مناقب اور کتب رجال و تاریخ میں اجمالا و تفصیلا یہ واقعات محفوظ و منقول ہیں۔ کہ اموی خلیفہ کے عامل کوفہ یزید بن عمر بن ھبیرہ نے امام بوحنیفہ کو بلا کر محکمہ قضا یا خزانہ کی حفاظت و ذمہ داری آپ کو تفویض کرنی چاہی اسطرح وہ حضرت امام ابوحنیفہ کے طبعی رجحان اور ان کے اہل بیت کے طرف میلان کو پرکھنا چاہتے تھے کیونکہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ امام صاحب اہل بیت کے حامی ہیں اور اموی دور حکومت میں کوئی سرکاری عہدہ نہیں قبول کرنے والے لہٰذا اس بہانے ان سے حساب چکانے کا موقع ہاتھ آئے گا اور حضرت زید سے تعلقات ان کی امداد اور ان کے حق میں دیئے گئے فتوے اموی حکمرانوں سے مخفی نہ تھے۔ لیکن ان کی وجاہت اور شہرت اور حلقہ ارادت کے خوف سے بغیر الزام کے ہاتھ نہیں ڈال سکتے تھے۔

ابن ھبیرہ کی سازش اور امام صاحب کی بصیرت:

علامہ مکی رقمطراز ہیں

ابن ھبیرہ اموی دور میں کوفہ کا حاکم تھا عراق میں جب فتنے برپا ہورہے تھے تو ابن ھبیرہ نے عراق کے علماء وفقہا کو اپنے گھر کے دروازے پر جمع کیا ان میں ابن ابی لیلی ابن شبرمہ اور داؤد بن ابی ھنداج بھی تھے اس نے ہر ایک کو ایک ایک منصب تفویض کیا۔ امام ابوحنیفہ کو بھی کہلا بھیجا وہ انہیں سرکاری مہر سپرد کرنا چاہتے تھے تا کہ کوئی فرمان ان کی مہر کے بغیر جاری نہ ہو سکے۔ اور نہ ہی بیت المال سے کوئی چیز آپ کی اجازت کے بغیر نکل سکے۔ امام ابوحنیفہ نے انکار کردیا۔ ابن ھبیرہ نے یہ پیش کش نہ قبول کرنے کی صورت میں زدوکوب کا حلف اٹھایا۔ ان تمام فقہاء نے حاضر ہوکر امام ابوحنیفہ سے کہا۔ ''خدارا اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالے ہم آپ کے ساتھی تھے ہم خود بھی ان عہدوں کو ناپسند کرتے ہیں مگر کیا کریں قبولیت کے سوا کوئی چارہ کار بھی نہیں امام صاحب نے فرمایا:

لوأرادنی أن أعدله أبواب مسجدواسط لم أدخل فی ذالك فكيف هويريد منی أن يكتب دم رجل يضرب عنقه وأختم أنا علی ذالك الكتاب فوالله لاأدخل فی ذالك ابدا[1]

اگر امیر مجھے شہر واسط کے مسجد کے دروازے شمار کرنے کا حکم بھی دے تو میں اس کے تعمیل کے لیے تیار نہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ کسی کو قتل کرنے کا حکم صادر کرے اور میں اس پر مہر ثبت کروں بخدا میں ایسا کبھی نہیں کرونگا۔

امام صاحب کی استقامت:

[1] مناقب مکی ص ۲۷۶

اس پر ابن ابی لیلیٰ بولے انہیں چھوڑ دیئے یہ درست کہتے ہیں اور باقی سب غلطی پر ہیں۔ کوتوال نے آپ کو قید کر لیا اور متواتر کئی روز تک کوڑے مارتا رہا۔

جبل استقامت عزم و ہمت کا پیکر نے پورے جذبے کے ساتھ ان مظالم کو برداشت کیا اور اتنا صبر سے کام لیا کہ خود جلاد اور جیل والے حیران ہو گئے کہ اس پر تو سزا کا یکسر اثر نہیں ہو رہا چنانچہ جلاد نے آ کر ابن ھبیرہ سے کہا۔

''وہ شخص تو جسد بے روح ہے''

ابن ھبیرہ نے کہا کہ ان سے کہئے کہ ہماری قسم پوری کریں جلاد کے پوچھنے پر امام صاحب کے فرمایا۔ ''اگر وہ مجھے مسجد کے دروازے شمار کرنے کا حکم بھی دیں تو میں اس کی تعمیل کے لئے تیار نہیں'' جلاد پھر ابن ھبیرہ سے ملا وہ بولا اس قیدی کو کوئی سمجھانے بجھانے والا نہیں کہ یہ مجھ سے مہلت ہی طلب کرے تو میں دینے کے لئے تیار ہوں امام ابوحنیفہ کو پتہ چلا تو فرمایا: ''مجھے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کا موقع دیا جائے۔ اس پر ابن ھبیرہ نے آپ کے رہائی کا حکم دیا تو آپ نے اس کے قید سے نکلتے ہی مکۃ المکرمہ کی راہ لی۔ ایک روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے خواب میں ابن ھبیرہ کو ڈانٹا کہ تو نے امام صاحب کو قید کیا ہے تو اس نے چھوڑ دیا۔

امام صاحب کی مکہ ہجرت:

اس تاریخی واقعہ سے کئی باتیں واضح ہوتی ہیں۔

۱۔ یہ کہ اموی حکمران و عمال آپ کے ہاں شرعی تقاضوں کو پورے نہ کرنے والے اور حقوق کو دبانے والے تھے۔ اس لئے آپ نے ان کی حکومت کا حصہ بننا کسی درجہ میں بھی پسند نہ کیا۔

۲۔ یہ کہ اہل معصیت اور جابروں کے ساتھ نہیں دینا چاہئے چاہے اس کی کتنی بڑی بھاری قیمت بھی کیوں نہ ادا کرنا پڑے اور عزیمت اسی کا نام ہے اور امام صاحب کی پوری زندگی عزیمت کی انہی داستانوں سے عبارت ہے۔

۳۔ بات یہ کہ جب آدمی کے دین پر بن آئے تو ہجرت کرنی چاہئے اسی لئے امام صاحب نے مکہ کی طرف

ہجرت کی کیونکہ آپ کا موقف درست تھا اور آپ نے اس سے انحراف نہیں کرنا تھا اس لئے مزید امتحان سے بچنے کے لئے مکہ تشریف لے گئے اور امویوں کے دور کے خاتمہ تک وہیں قیام پذیر رہے اسی دوران ہی آپ نے بڑے بڑے تابعین محدثین فقہاء اور ائمہ اہل بیت سے کسب فیض کیا۔امام عطاء امام مالک امام جعفر صادق امام عبداللہ بن حسن اور دیگر کبار ائمہ کی ایک فہرست ہے۔ مکہ کے لئے یہ سفر آپ نے ۱۳۰ ہجری میں کیا۔ اسی دوران ہی آپ نے حرمین میں اپنا حلقہ درس قائم کیا جس کا ذکر گزر چکا۔

روایت کے مطابق آپ ابوجعفر منصور کے دور میں جب عباسیوں کی حکومت آئی تو واپس کوفہ آئے موفق مکی بیان کرتے ہیں۔

فأقام بمكة حتى صارت الخلافة للعباسية فقدم أبوحنيفه الكوفة في زمن أبوجعفر المنصور [1]

ترجمہ: پس آپ نے مکہ میں قیام کیا یہاں تک کہ عباسوں کی خلافت آگئی پس ابوحنیفہؒ کوفہ آئے منصور کے دور میں

ابن ھبیرہ کے جلادوں کے مارنے سے آپ کا سر سوج جاتا تھا اور آپ کے تکلیف اور غم سے آپ کی والدہ کو سخت تکلیف ہوئی تو آپ روئے اور فرمایا کہ مجھے ان کے ظلم و مار کی اتنی تکلیف و دکھ نہیں جتنی میری ماں کی تکلیف اور پریشانی کا غم ہے۔ ابن ہبیرہ اور آپ کے درمیان پیش آنے والے واقعات کو صحیح طرح سمجھنے سے ہمیں امام صاحب کی آئندہ کی زندگی کے بارے بہت سی باتیں سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ امام صاحب کی عزم و حوصلہ اور عالی ہمتی ہے کہ آپ نے حالات کا اکیلا مقابلہ کیا اور کسی لمحہ بھی موقف میں کمزوری نہیں آنے دی' یہی صفت اپنے اہل بیت کے کبار مشائخ میں انہوں نے دیکھی تھی۔

عباسی دور اور ان سے امام صاحب کے تعلقات

امام ابوحنیفہؒ اپنے قیام مکہ کے بعد منصور کے دور میں واپس کوفہ میں مستقل آئے تو منصور ان کی بہت تعظیم کرتا اور آپ سے محبت کرتا اور ہدایا پیش کرتا لیکن امام صاحب ہدایا کو حکمت سے واپس کرتے مناقب موفق میں ہے کہ

فقدم أبو حنيفة الكوفة في زمن أبي جعفر المنصور فجعل أبوجعفر

[1] مناقب مکی ص ۱۴۲

يعظم أبا حنيفة و يحبه وأمر له بجائزة عشرة آلاف درهم و جارية فلم يقبلها أبو حنيفة[1]

پس امام ابو حنیفہ منصور کے دور میں کوفہ آئے پس وہ آپ کی بہت تعظیم کرتا اور اظہار محبت کرتا اور دس ہزار درہم اور لونڈی ہدیہ پیش کیا تو امام صاحب نے قبول نہیں کیا۔

عباسی خلافت کے داعیوں نے اہل بیت علویوں کے حمایت کے نام پر خلافت حاصل کی تو شروع میں ان کے ہاں ہر وہ شخص معزز تھا جو کہ اہل بیت کا محب تھا جس کے ساتھ بنوامیہ نے زیادتیاں کی تھیں ان کے ساتھ یہ مہربانیاں کرتے تھے۔ اور امام صاحب کی اہل بیت سے محبت اور حضرت زیدؒ کی نصرت اور اسی سبب امویوں کے ہاتھوں آپ کو پہنچنے والی تکلیف اور مظالم بھی ان کے نظر میں تھیں اس لئے امام صاحب سے محبت اور ان کی تعظیم لازمی چیز تھی اسی کی طرح موفق نے اشارہ کیا ہے اور عباسیوں نے بھی منصور کے دور میں نفس ذکیہؒ اور ان کے بھائی کے تحریک تک اہل بیت سے اچھے معاملات رکھے اور ان کے ساتھ امداد اور دیکھ بھال میں کوئی کسر نہ رکھی اس لئے امام صاحب بھی ان کے لئے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتے تھے لیکن رفتہ رفتہ عباسیوں اور اہلبیت میں کھچاؤ پیدا ہوا اور عباسی خصوصا منصور نے اہل بیت کو خلافت میں شریک نہیں کیا بلکہ اس نے اہل بیت کو اپنے خلافت کے لئے خطرہ سمجھا چنانچہ ان کے درمیان فاصلے بڑھنے لگے حقیقت میں جس منشور کے تحت عباسیوں کو خلافت ملی اس سے انہوں نے انحراف کیا اس لیے لوگوں نے بنیادی کوئی تبدیلی محسوس نہیں کی۔

محمد بن عبداللہ ذوالنفس الزکیہؒ کی تحریک:

سادات حسنی کے بزرگ حضرت عبداللہ بن حسن بن حسنؓ جو کہ امام صاحب کے استاد ہیں اور مدینہ میں قیام پذیر تھے منصور کو ان سے خطرہ محسوس ہوا تو اس نے حضرت عبداللہ بن حسنؓ کو خاندان سمیت ہاشمیہ لاکر قید کردیا چنانچہ قید ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت زیدؒ اور ان کے بیٹوں کے شہادت کے بعد سادات حسینیہؒ گویا کہ تحریک سے باز رہے تو سادات

---

[1] مناقب مکی ۲۸۲

حسنیہ نے تحریک کی قیادت سنبھالی اور حضرت عبداللہ بن حسنؒ کا خاندان اس ضمن میں سب سے سبقت لے گئی چنانچہ آپ کے ایک بیٹا محمد ذوالنفس الزکیہؒ نے ۱۴۵ھ میں مدینہ منورہ سے تحریک اٹھائی عباسیوں کے خلافت سے پہلے خود منصور نے بھی حضرت نفس زکیہؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی امام مالکؒ سمیت کئی کبار علماء وفقہاء اور مدینہ اور مکہ کے تمام لوگوں نے حضرت محمدؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

امام مالکؒ کا فتویٰ:

امام دارالھجرۃ حضرت انس بن مالکؒ نے آپ کے حق میں فتویٰ دیا۔اور حمایت کا اعلان کیا۔اور لوگوں کو امداد ونصرت کی تلقین کی چنانچہ ابن جریر اور ابن کثیر کے مطابق امام مالک نے نفس زکیہ کے ہاتھ بیعت خلافت کا فتویٰ بھی دیا جب آپ سے کہا گیا کہ ہماری گردن پر ابھی تک منصور کی بیعت سوار ہے تو آپ نے فرمایا۔

"تمہیں بیعت کرنے پر مجبور کیا گیا ہے مجبور آدمی کی بیعت معتبر نہیں۔امام مالکؒ کے فتویٰ کے مطابق لوگ ان کی بیعت کرنے لگے لیکن امام مالکؒ اپنے گھر ہی بیٹھے رہے[1]

حضرت امام مالکؒ کو اس فتویٰ کے سبب سخت تکالیف اور مظالم کا سامنا کرنا پڑا کوڑے کھائے اور مختلف طریقوں سے آپ کی سخت توہین کی گئی۔آپ پر اتنی کوڑا زنی ہوئی کہ آپ کے دونوں بازو ہی نکل گئے آپ نے امام محمدؒ کے تحریک کے دوران "یمین مستکرہ" کا مسئلہ باوجود منصور کے سختی سے منع کرنے کے زور اور شور سے بیان کیا جس سے امام محمد کے تحریک کو خوب فائدہ ہوا آپ کو مدینہ منورہ سے دیارنبی ہونے کے سبب اتنی محبت تھی کبھی اس سے جدا ہونا پسند نہ فرمایا۔اور آپ ہی ہاں یہ مسلمہ ضابطہ ہے جو کہ صاحب مدارک نے نقل کیا ہے۔

قال ابن نافع كان مالك يرى أن الحرمين إذاما بايعوا لزمت البيعة لأهل الاسلام[2]

ترجمہ:ابن نافع فرماتے ہیں کہ امام مالک کے ہاں جب مدینہ اور مکہ جس کسی کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرلیں تو تمام اہل اسلام کے لیے ان کا عمل معتبر ہے۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ص ۸۴/۱۰ [2] المدارک ص ۳۴ مالک ص ۱۷۰

حضرت ذوالنفس الزکیہ کے ہاتھ پر اہل حرمین نے بیعت کی اور عمال بنوامیہ کو بے دخل کیا تھا اور یہ کس طرح قیاس میں آنے والی بات ہے کہ امام مالک صاحب نے ساتھ نہیں دیا۔ امام مالک نے ساتھ دیا اسی وجہ سے ہی فوراً بعد آپ کو سخت سزائیں دیں سرعام تذلیل کیا آخر اس کی وجہ کیا ہے۔

امام صاحب کی کامیاب حکمت عملی:

ادھر کوفہ میں امام ابوحنیفہ اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ سادات کی تائید اور منصور کے مخالفت میں متحرک تھے آپ دوران درس وتدریس علانیہ ان کی نصرت کی تلقین کرتے۔ نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ آپ نے منصور کے بعض اہم فوجی افسروں کو اہل بیت کے خلاف لڑنے سے روک دیا تھا۔

> روایات میں موجود ہے کہ منصور کا ایک سپہ سالار حسن بن قحطبہ امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگا "میرا جو کام ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں کیا اس سے توبہ ممکن ہے" امام صاحب نے جواباً فرمایا "جب خدا کو معلوم ہوجائے کہ تم اپنے کیئے پر نادم ہو اور اگر تمہیں اپنی جان کو ہلاک کرنے یا کسی مسلمان کو قتل کرنے میں اختیار دے دیا جائے تو تم اپنی جان کو تباہ کرنا گوارا کرلو لیکن مسلم کا قتل تمہیں پسند نہ ہو اور خدا سے عہد کرلو کہ آئندہ یہ کام نہیں کروں گا۔ تو ان شرطوں کا پورا کرنا ہی تمہاری توبہ ہے"۔
> حسن نے کہا "مجھے منظور ہے میں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ میں کسی مسلم کو بھی قتل نہ کروں گا"۔[1]

حسن بن قحطبہ جو کہ منصور کا قریبی اور قابل اعتماد سالار لشکر تھا اس کا کام ہی منصور کے خلاف اٹھنے والوں کا قلع قمع کرنا تھا اور کئی مواقع پر اس نے یہ ڈیوٹی انجام دی۔ امام صاحب کے فراست وحکمت سے اس سے یہ باور کرایا کہ جو کام وہ کررہا ہے وہ ناجائز ہے اس لئے اس کو باز رکھنے کا سوچا اور اسے بھی یہ بات سمجھ میں آئی اور باز رہا۔

---

[1] ابو حنیفہ ص ۳۸

ابراہیم بن عبداللہ بن حسن کا خروج:

اسی اثناء میں ابراہیم بن عبداللہ بن حسن علوی کے خروج کا واقعہ پیش آیا اور یہ بھی ۱۴۵ھ میں ہی پیش آیا اور بصرہ سے اس کا آغاز ہوا اور امام ابراہیم کو کئی علاقوں میں کامیابی نصیب ہوئی۔ امام ابراہیم پہلے تو اپنے بھائی نفس زکیہ کے ماتحت تھے لیکن ان کے شہادت کے بعد لوگوں سے اپنے لیے بیعت لیا یہ رمضان کا واقعہ ہے جیسا کہ صاحب الافادۃ اور صاحب مقاتل نے بیان کیے ہیں۔

> چنانچہ منصور نے انہی حسن بن قحطبہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت ابراہیم کے خلاف لشکر کشی کریں۔ تو حسن امام اعظم کے پاس آیا اور بتایا کہ منصور نے یہ حکم دیا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ تمہاری توبہ کا وقت آچکا ہے اگر تم نے اپنے عہد کو پورا کیا تو تم تائب ٹھہرو گے ورنہ پہلے اور پچھلے سب گناہوں میں ماخوذ ہو گے" اس نے توبہ کی کوشش کی اور جان ہتھیلی پر رکھ کر منصور کے دربار میں حاضر ہوا اور بانگ دہل کہا "کہ میں اس طرف کا رخ بھی نہیں کروں گا" اگر تمہارے احکام کی تعمیل خدا کی اطاعت کا سبب ہے تو میں یہ سعادت بہت حاصل کر چکا اور اگر خدا کی نافرمانی ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں"۔[1]

اس جواب پر منصور سخت ناراض ہوا بہت پیچ و تاب کھایا کیونکہ سب سے پرانا قابل اور سب سے وفادار جرنیل اس کے سامنے اس کے حکم سے سرتابی کر رہا تھا اس طرح حسن نے اپنے اس عہد کو پورا کر دیا جو کہ حضرت امام صاحب نے لیا تھا۔ حسن نے کہا تھا

> "میں خدا سے عہد کرلیا کہ مسلمانوں کے قتل کا جو کام میں اب تک (حکومت کے اشارے پر) کرتا رہا ہوں اب اس کی طرف کبھی نہ پلٹوں گا"[2]

امام صاحب نے جس حکیمانہ طرز سے ایک آزمودہ کار جرنیل کو حضرت ابرہیم سے لڑنے سے روکا یہ ایک

---

[1] ابو حنیفہ ص ۳۸ ج ایضاً

آدمی کو روکنا نہیں بلکہ ایک لشکر کو روکنا ہے دربار میں حسن کا بھائی حمید بن قحطبہ بھی بیٹھا تھا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر جو اس کے بھائی کےخلاف جارہا تھا اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا امیر المومنین تقریبا سال بھر سے ہم لوگ اس شخص (یعنی حسن) کے اندر تغیر دیکھ رہے ہیں اور اسی وقت سے ہمیں اندیشہ پیدا ہو چلا تھا کہ یہ غیروں سے میل ملاپ رکھتا ہے۔ سال بھر سے اس کے ہوش حواس بجانہیں ہے اس لئے میں اس مہم پر جانے کے لئے تیار ہوں۔

یہی حمید ہی وہ بد بخت ہے جس نے حضرت ذوالنفس الزکیہ کے سینے میں نیزہ بھونک دیا اور ان کا سر بھی کاٹا جسے مدینہ سے لاکر کوفہ کے گلیوں میں پھرایا گیا۔ سب سے پہلے حسین کا سر تھا جو کٹا پھر زید کا پھر ان کے بیٹوں کا اور پھر عبداللہ بن حسنؓ کے بیٹے محمدؒ اور ابراہیمؒ کا اب اسی حمید بد بخت نے حضرت ابراہیمؒ کے خلاف بھی لشکر کی قیادت کی لعنہ اللہ مارتکب۔

حسن بن قحطبہ کا اس طرح بغیر لگے لپٹے اور حیل وحجت کے منصور سے بگڑ جانا منصور کے لئے بہت ہی فکر کا باعث تھا۔ چنانچہ اس نے کھوج کے لیے آدمی لگا دیئے کہ دیکھو اس کا آنا جانا کس فقیہہ کے پاس ہے جس نے اس میں اتنی بڑی ذہنی اور فکری تبدیلی لائی ہے۔

منصور کا تعاقب و تحقیق:

چنانچہ کارندوں نے تحقیق احوال کے بعد رپورٹ دیا کہ

إنه يدخل على أبي حنيفة [1] اس کا آنا جانا ابوحنیفہ کے پاس ہے

حضرت امام صاحب پہلے ہی ان کے نظروں میں تھے اب اور بھی یقین ہوگیا اور انہیں ثبوت ''امام صاحب کے اہل بیت کے طرف داری'' کا حسن کے شکل میں ملا۔ امام موفق کے ایک روایت کے مطابق منصور نے امام صاحب اور حسن دونوں کو زہر بھی دیا تھا۔

اسی طرح منصور کے خفیہ کارندوں نے یہ اطلاع بھی دی کہ امام ابراہیم بن عبداللہ کا اور امام اعظمؒ اور امام اعمشؒ کے درمیان اس تحریک کے سلسلے میں خط وکتابت جاری ہے۔ منصور نے جب اس کی تحقیق اپنے انداز سے کی

تو پھر امام صاحب کے تعلقات رابطے ظاہر ہوئے۔ یہ واقعہ حضرت امام حافظ ابن عبدالبر اندلسیؒ نے الانتقاء میں تفصیل سے درج کی ہے اور امام کردری اور امام موفق نے بھی۔

يقول أبو يوسف. إنما كان غيظ المنصور على أبي حنيفة مع معرفته بفضله إنه لما خرج إبراهيم بن عبدالله بن حسن بالبصرة ذكرله أن آبا حنيفة والأعمش يخاطبانه من الكوفة فكتب المنصور كتابين على لسانه، أحدهما إلى الأعمش والآخر إلى أبي حنيفة من ابراهيم بن عبدالله بن حسن و بعث بهما مع من يثق به فلماجيئى الأعمش بالكتاب آخذه من الرجل وقرأه، ثم قام فأطعمه الشاة والرجل ينظر فقال له ماأردت بهذا قال قل له أنت رجل من بني هاشم وأنتم كلكم له أحباب والسلام وأماأ بوحنيفة فقبل الكتاب و أجابه عنه فلم تزل في نفس أبي جعفر حتى فعل مافعل [1]

امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں" بے شک منصور کے غصہ کا سبب باوجود آپ کے قدر منزلت پہنچانے کے یہ تھی کہ جب ابراہیمؒ نے خروج کیا بصرہ میں تو اسے بتلایا گیا کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام اعمشؒ کا امام ابراہیم بن عبداللہ بن حسنؒ سے تحریک کے سلسلے میں خط وکتابت چل رہا ہے۔ منصور نے خود دو خطوط امام ابراہیمؒ کے زبان اور انداز سے لکھ کر اپنے ایک معتبر شخص کو دیا کہ یہ دونوں خطوط امام ابوحنیفہؒ اور امام اعمشؒ کو امام ابراہیم کے طرف سے پہنچاؤ۔ امام اعمشؒ نے قاصد سے خط لیا اور پڑھا اور پڑھ کر بکری کو کھلا دیا اور جواب دیا کہ ان سے کہو آپ بنو ہاشم والے ہیں آپ کے سب سے تعلقات ہیں والسلام۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ نے خط قبول کیا اور جواب لکھا اس وقت سے منصور کے ذہن میں آپ کی دشمنی آئی اور جو اس سے ہوا اس نے کیا۔

اسی طرح امام یحیٰی ہارونی نے الافادۃ میں بھی حضرت امام ابوحنیفہ کا فقہی مشورہ پر مبنی ایک خط درج کیا ہے جو آپ نے ابراہیم کو لکھا اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ خط منصور کے ہاتھ لگا وہ خط آگے نقل کر دیا جائے گا۔

[1] الانتقاء ص ۳۲۳ مناقب مکی ص ۴۳۸ [2] مقاتل الطالبین ص ۳۶۶

ابوالفرج الاصبھانی نے بھی امام صاحب کے حضرت ابراہیم کو خط لکھنے کا واقعہ نقل کیا ہے جس میں آپ نے ان کو کوفہ آنے اور خفیہ طور آنے کا مشورہ دیا ہے۔

کتب أبو حنيفة إلى إبراهيم يشير عليه أن يقصد الكوفة ليعينه الزيدية وقال له إئتها سرا فإن من هاهنا من شيعتكم يبيتون أبا جعفر فيقتلونه أويأخذون برقبه فيا تونك به ۔ [2]

منصور کی کامیاب سازش:

امام کردری کی روایت میں ہے کہ

امام ابوحنیفہ اور امام اعمش دونوں نے جواب لکھے منصور نے جعلی خط اس طرح لکھا تھا کہ گویا ابراہیم بن عبداللہ نے لکھے ہیں اور ایک معتبر آدمی کے ذریعے امام صاحب کے پاس بھیجا امام صاحب نے اصلی سمجھ کر اس کا جواب لکھ کر اس قاصد کو دیا وہ خط لے کر منصور کے پاس پہنچا [1]

تو منصور کے لئے شک کی گنجائش نہ رہی رہی سہی کسر آپ کے فتاوی اور ارشادات نے جو آپ نے حضرت ابراہیم کے حمایت میں دئے تھے نے پوری کردی۔

امام صاحب کی اعلانیہ نصرت وتائید:

مقاتل میں امام صاحب کے شاگرد حضرت زفر بن ہذیل کی روایت ہے کہ:

کان أبوحنيفة يجهر بالكلام أيام إبراهيم بن عبدالله بن حسن جهاراً شديداً ويفتي الناس بالخروج معه [2]

امام ابوحنیفہؒ ابراہیمؒ کے خروج کے زمانہ میں علانیہ کھلم کھلا منصور کی مخالفت اور ابراہیمؒ کی حمایت کرتے تھے اور لوگوں کو ان کے ساتھ ہو کر جہاد کرنے کا فتوی دیتے تھے

امام زفرؒ آپ کے اس بے باکانہ طرز عمل سے تشویش میں مبتلا ہو گئے کہ کہیں آپ اور آپ کے ساتھیوں پر

---

[1] مناقب کردری ص [2] مقاتل الطالبین ص ۳۶۱

ابتلا نہ آجائے۔

آپ حضرت ابراہیم بن عبداللہؒ کے خروج کو بالکل درست اور جائز جانتے تھے اور آپ کی ان سے رابطہ اور زبانی حمایت کا تذکرہ آپ کے سامنے گذرا حضرت ابراہیمؒ کے خروج کے دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک عورت آپ کے پاس مسئلہ پوچھنے آئی کہ میرا بیٹا ابراہیم کے ساتھ جانا چاہتا میں اسے منع کرتی ہوں تو آپ نے فرمایا کہ اسے نہ روکیں چنانچہ موفق مکی لکھتے ہیں۔

> جاء ت إمراة إلى أبي حنيفة أيام إبراهيم فقالت إن إبني يريد هذالرجل و أنا أمنعه قال لاتمنعيه[1]

> ایک عورت امام ابو حنیفہ کے پاس آئی ابراہیم بن عبداللہ کے خروج کے ایام میں اور کہا کہ میرا بیٹا اس کا ساتھ دینا چاہتا ہے اور میں اسے منع کرتی ہوں تو امام صاحب نے فرمایا تو اسے منع نہ کر۔

حماد بن امین کہتے ہیں کہ امام صاحب لوگوں ابراہیم کے مدد کے لئے ابھارتے تھے۔

> كان أبوحنيفة يحض الناس على إبراهيم ويأمرهم باتباعه[2]

> امام ابوحنیفہ لوگوں کو امام ابراہیم کے مدد کے لئے ابھارتے تھے اور ان کو ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے۔

ابراہیم کے ساتھ شہادت، بدر کی شہادت ہے

ابو الفرج الاصفہانی مقاتل الطالبین میں اور الافادۃ فی تاریخ الائمۃ السادۃ میں امام یحیٰی ھارونی اس روایت کو نقل کرتے ہیں

> وقال أبو إسحاق الفرازي: جئت إلى أبي حنيفة فقلت له: مااتقيت الله حيث أفتيت أخي في الخروج مع إبراهيم بن عبدالله بن حسن حتى قتل فقال لي: قتل أخيك حيث قتل يعادل قتله لوقتل يوم بدر وشهادته مع ابراهيم خيرله من الحياة قلت فمامنعك أنت من ذالك[3]

[1] مناقب مکی ص ۳۴۳ [2] ایضاً [3] مقاتل الطالبین ص ۳۶۴ الافادہ ص ۳۳

قال: ودائع كانت للناس عندی [2]

ابو اسحاق فرازی کہتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ کے پاس حاضر ہوا اوران سے کہا کہ آپ کو خدا کا خوف نہیں کہ آپ نے فتوی دیا اور آپ کےفتوی کی وجہ سے میرا بھائی ابراہیم کے ساتھ دیتے ہوئے شہید ہوا۔ آپ نے جواب دیا آپ کے بھائی کا ابراہیم کے ساتھ شہادت اس کی بدر میں شہادت کے برابر ہے اور یہ شہادت اس کی زندگی سے بہت بہتر ہے۔ میں نے پوچھا پھر آپ کیوں رکے رہے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس لوگوں کی بہت سی امانتیں پڑی تھیں۔

انہی مقاتل ہی کی ایک اور رویت میں اس طرح کا ایک اور واقعہ نقل کیا گیا ہے۔

عن عبدالله بن إدريس قال: سمعت أبا حنيفة وهو قائم على درجته ورجلان يستفتيانه في الخروج مع إبراهيم وهو يقول أخرجا [1]

عبداللہ بن ادریس روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے سنا جب وہ اپنے گھر کے سیڑھیوں پر کھڑے دو آدمیوں کے ابراہیم کے ساتھ ہوکر جہاد کرنے بارے پوچھنے پر فتوی دے رہے تھے کہ جاؤ ان کے ساتھ ہوکر جہاد کرو۔

حضرت ابراہیم کی نصرت کا مقام امام صاحب کے نگاہ میں:

آپ حضرت ابراہیم کے خروج کو اتنی قدر کے نگاہ سے دیکھتے تھے کہ ان کے ساتھ ہوکر جہاد کرنے کو پچاس حج سے بھی افضل قرار دیتے تھے ابراہیم بن سوید روایت بیان کرتے ہیں۔

سألت أبا حنيفة وكان لي مكرما أيام إبراهيم بن عبدالله بن حسن فقلت أيما أحب إليك بعد حجة الاسلام الخروج إلى هذا أوالحج فقال غزوة بعد حجة الاسلام أفضل من خمسين حجة۔ [2]

میں نے امام ابو حنیفہ سے جو کہ میرے نزدیک قابل احترام تھے امام ابراہیم کے خروج

---

[1] مقاتل الطالبین ص ۳۶۵ [2] مناقب مکی ص ۳۴۳

کے دنوں سوال کیا کہ ایک فریضہ حج بجالانے کے بعد آپ کے نزدیک ابراہیم کی مدد کرنا زیادہ پسندیدہ ہے یا حج بیت اللہ کو جانا۔ آپ نے فرمایا فریضہ حج بجالانے کے بعد غزوہ میں شرکت پچاس حج سے بہتر ہے۔

آپ کے سامنے جب بھی ذوالنفس الزکیہ کا تذکرہ ہوتا تو بے ساختہ آپ کے آنسو جاری ہوتے۔ اہل بیت کے تذکرہ کے وقت تو رقت طاری ہوجاتی تھی۔

حضرت ابراہیم کی شہادت:

حضرت ابراہیم بن عبداللہ نے بصرہ سے خروج کیا تھا کئی علاقے فتح کرکے کوفہ کے طرف آرہے تھے کہ کوفہ سے ۴۸ میل دور باخمری کے مقام پر منصوری لشکر سے سخت مقابلہ ہوا پہلے حضرت ابراہیم کو فتح حاصل ہوئی لیکن چونکہ امام صاحب کے ساتھ آخر میں بہت تھوڑے آدمی رہ گئے تھے۔ اچانک حضرت ابراہیم کو حلق میں تیر لگا اور آپ نے قبائے شہادت زیب تن کیا بعدازاں بدبختوں نے آپ کا سر کاٹ کر منصور کے پاس بھیجا۔ ویسے بھی بھائی ذوالنفس الزکیہ کے شہادت کی خبر سن کر دل ٹوٹ چکا تھا۔ چنانچہ سادات حسینہ کا یہ روش آفتاب بروز سوموار ابتدائی ذی الحجہ ۱۴۵ھ میں باخمری کے مقام پر غروب ہوا ان پر ہی حسنی سادات کے تحریکوں کا بھی اختتام ہوگیا ان کے والد حضرت امام صاحب کے استاد حضرت عبداللہ بن حسن بھی بیٹوں کے شہادت کے بعد جیل میں ہی شہید ہوئے

حضرت ابراہیم کے شہادت کے دنوں میں منصور کوفہ میں فروکش تھا تاکہ کوفہ والے بغاوت نہ کرسکیں اس دوران اس کی عقابی نگاہوں سے امام صاحب کے معمولات اور رجحان مخفی نہ رہا۔ کوفہ کے حالات اتنے دگرگوں ہو گئے تھے کہ منصور کئی دفعہ حوصلہ ہارنے لگا تھا۔ اس کی شترکینگی آگے جاکر ظاہر ہوئی۔

امام ابوحنیفہ کی حق گوئی و بیباکی

اہل موصل نے منصور سے عہد شکنی کی تھی۔ اس نے ان سے معاہدہ کررکھا تھا کہ عہد شکنی کی صورت میں وہ مباح الدم ہوجائیں گے منصور نے فقہا کو جمع کیا امام ابوحنیفہ بھی تشریف فرما تھے منصور بولا کیا یہ درست نہیں کہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا المومنون علی شروطھم مومن اپنے شرطوں کے پابند ہیں اہل موصل نے عدم خروج کا وعدہ کیا تھا اور اب انہوں نے میرے عامل کے خلاف بغاوت کی ہے (یاد رہے کہ اہل موصل نے اہل بیت کے حق میں خروج کیا تھا) لہذا ان کا خون حلال ہے ایک شخص بولا آپ کے ہاتھ ان پر کھلے ہیں اور آپ کا قول ان کے بارے میں قابل تسلیم ہے اگر معاف کردیں تو آپ معافی کے اہل ہیں اور اگر سزا دیں تو وہ ان کے کئے کی پاداش ہوگی۔

منصور امام ابوحنیفہ سے مخاطب ہوکر بولا آپ کی کیا رائے ہے۔ کیا ہم خلافت نبوت کے حامل امن پسند خاندان نہیں ہیں۔

امام نے فرمایا'' اہل موصل نے جو شرط لگائی وہ ان کے بس کا روگ نہیں ہے اور جو شرط آپ نے ٹھہرائی وہ آپ کے حدود اختیار میں نہیں۔ کیونکہ مومن تین صورتوں میں مباح الدم ہوتا ہے لہذا آپ کا ان پر گرفت کرنا بالکل ناروا ہوگا اور خدا کی ارشاد کردہ شرط پورا کئے جانے کا زیادہ حق رکھتی ہے۔ منصور نے فقہا کو چلے جانے کا حکم دیا۔ پھر خلوت میں امام صاحب کو بلا کر کہا۔ اے شیخ فتوی وہ درست ہوگا جو آپ کا ہوگا اپنے وطن کو تشریف لے جائیے اور ایسا فتوی نہ دیجئے جس سے خلیفہ کے مذمت کا پہلو نکلتا ہو کیوں کہ اس سے باغیوں کے ہاتھ مضبوط ہوتے ہیں۔[1]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام صاحب حق بات کہنے سے ذرہ برابر خوف نہ کھاتے تھے منصور امام اعظم ہی کو سب سے زیادہ فقیہہ اور اعلم سمجھتے تھے سب سے اہم بات کہ منصور کو جتنا امام صاحب کے فتوی سے خوف ہوتا تھا اتنا تو کسی لشکر سے بھی نہیں ہوتا ہوگا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام صاحب، اہل بیت اور محبین اہل بیت کی دفاع سے کبھی غافل نہیں رہتے تھے۔

امام صاحب کا استقلال وفکر ونظر:

واہب لایزال نے حضرت امام صاحب کو استقلال فکر اور محبت وعقیدت میں ایسی سلامت روی سے نوازا

---

[1] المناقب لابن البزازی ص ۷۱/۱ ابو حنیفہ ص ۴۱

تھا جس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ آپ دوسروں کے افکار میں جذب نہیں ہوئے۔ بلکہ آپ کی خصوصیت تھی کہ آپ ہر مسئلہ میں پوری سلامت روی سے فکر ونظر کو کام میں لاتے اور اسے عقل سلیم کے میزان میں تولتے یہ بات آپ کے اساتذہ نے خصوصی طور پر نوٹ کیا تھا۔ اپنے کبار اساتذہ سے مختلف موضوعات پر بھر پور بحث وتمحیص فرماتے اور بالآخر اسی بات کو تسلیم کرتے جو سنت رسول اور اقوال صحابہ اور تعامل صحابہ سے موافق پاتے۔

آپ نے پیچھے پڑھا کہ امام صاحب نے اموی دور میں جب علویوں پر عرصہ حیات تنگ تھی اور سیدنا علی المرتضیٰ کا نام تک لینا مشکل تھا جوان کا نام لیتا حکومت کے نظروں میں باغی اور مشکوک قرار دیا جاتا ایسے گھٹن کے ماحول میں آپ نے نہ صرف حضرت علیؓ کا نام لیا بلکہ ان کا نظریہ بیان کرتے اور اس کی تصویب وتائید کرتے اور ان کے رائے کو اپنے ہاں پسندیدقرار دیتے جس کے بارے میں معتبر تاریخی شواہد سامنے آگئے ہیں۔

حضرت عثمان غنیؓ کا عادلانہ دفاع:

اور بعد میں جب عباسیوں کی حکومت آئی تو امویوں پر عرصہ حیات تنگ ہوگئی اور علمی مجالس او درباروں میں سیدنا عثمان غنیؓ کا نام تک نہ لیا جاتا اس انتہا میں بھی ہمیں امام صاحب کی سلامت روی مکمل کر دکھائی دیتی ہے کہ آپ ہی ہیں جو کہ سیدنا عثمان غنیؓ کے نام لیوا ہیں چنانچہ آپ کے شاگرد حضرت ابن عروبہ فرماتے ہیں۔

قدمت الكوفة فحضرت مجلس أبي حنيفة ، فذكر يوماً عثمان بن عفان فترحم عليه فقلت له ترحم وأنت يرحمك الله فما سمعت أحداً في هذا البلد يترحم على عثمان بن عفان غيرك فعرفت فضله[1]

میں کوفہ آکر امام ابوحنیفہ کے مجلس میں حاضر ہوا ایک روز آپ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کا ذکر کیا اور ان کے لئے دعاء رحمت فرمائی میں نے کہا اس شہر میں صرف آپ ہی حضرت عثمان کے حق میں رحمت کی دعا فرماتے ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں اسی سے میں نے آپ کی قدرومنزلت وفضلیت کا اندازہ کیا۔

یہ ہے وہ حریت فکر جو نہ عوام کے سامنے جھکتی نہ خواص میں اپنا وجود مٹاتی اور نہ بغض ومحبت اس پر اثر انداز ہوسکی۔ آپ افراط وتفریط محبت ونفرت کے دونوں انتہاؤں کے درمیان عدل وانصاف حقیقت وصداقت پرمبنی افکار

---

[1] الانتقاء ص ۱۳۰

کے مالک تھے۔

امام صاحب کا حکیمانہ طرز تبلیغ:

کتب مناقب میں ایک اور واقعہ آپ کے سلامت فکر کی تاریخ میں روشن مثال کی طرح موجود ہے

کوفہ میں ایک آدمی معاذ اللہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو برا بھلا یہاں تک کہ یہودی کہتا تھا معاذ اللہ جب اسکی جسارت حد سے گذرنے لگی تو امام صاحب ہی تھے جنہوں نے اس کے دریدہ دھنی اور کفریہ شقاوت سے حضرت عثمان غنیؓ کی دامن عصمت وعفت کا تحفظ فرمایا اور اس کا حکیمانہ طریقہ یہ نکالا کہ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کہا میں آپ کی بیٹی کے لئے ایک رشتہ لیکر حاضر ہوا ہوں، وہ شخص امام صاحب کے قدرومنزلت سے بخوبی آگاہ تھا چنانچہ آپ کی آؤ بھگت کی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ لڑکا قاری و حافظ قرآن ہے عابد شب زندہ دار ہے تقوی کا مجسمہ ہے شکل وصورتمیں بھی کمال ہے، اس آدمی نے بہت پسند کیا اور بصد شوق آمادگی ظاہر کی تو آپ نے فرمایا کہ اس میں ایک خرابی ہے اس شخص نے پوچھا وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ یہودی ہے اس شخص نے شدید تکدر کا اظہار اور رشتہ سے انکار کیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تو اپنی ایک بیٹی اس شخص کو جس میں سب کمالات ہیں لیکن یہودی ہونے کی وجہ سے رشتہ دینے سے انکار کرتا ہے تو کیا حضور ﷺ کی دو بیٹیاں رقیہؓ اور ام کلثومؓ تیری بیٹی سے کمتر ہیں جو انہوں نے معاذ اللہ تیرے خیال کے مطابق ایک یہودی سے بیاہ دیا، [1]

آپ کے اس حکیمانہ طرز استدلال سے وہ حیران و ششدرہ گیا۔ اور اپنے خیالات سے توبہ کر کے مُحب عثمان غنیؓ ہوا۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ پورے کوفہ میں سیدنا عثمان غنیؓ کا دفاع صرف ابو حنیفہؒ کے ذمہ تھا کیا حضور ﷺ کی قرابت داری کے دعویدار حکمرانوں کی ذمہ داری نہیں تھی اور کیا سیدنا علیؓ پر طعنہ زنی کرنے والوں کی زبانیں گنگ

[1] ابو حنیفہ ص ۵۵

ہوگئی تھیں۔

دراصل اعتدال و سلامت روی وہ فضیلت اور خصوصیت تھی جو کہ صرف ابوحنیفہؒ کے لئے مقدر ہوئی تھی۔

بنو عباس کے طرف سے ابتلا:

بنوامیہ کے آخری دور سے لیکر منصور کے دور تک حضرت امام صاحب کی طبعی اور سیاسی رجحانات اور آپ کے ارشادات اور ان کے سبب آپ کو پہنچنے والے مصائب ہر ذی فہم کے سامنے عیاں وبیاں ہے۔ منصور اور اس کے خاندان والے اس سے خوب خوب واقف تھے۔ پھر منصور کے دور میں آپ کی عباسیوں کے بارے میں نظریہ کی تبدیلی اور ان کے اہل بیت کشی کے سرگرمیوں کی خفیہ و اعلانیہ مخالفت اور آپ کی اہل بیت سے روابط و اعانت بھی منصور کے نظروں میں تھی اور کئی ایک ثبوت بھی مل گئے تھے۔

منصور کی شتر کینگی سے کب بعید تھی کہ وہ آپ سے اپنے خیال کے مطابق آپ کے باغیانہ سرگرمیوں کا حساب کتاب نہ لے۔ لیکن آپ کی عوام میں قدرومنزلت اور علمی وروحانی ہیبت اور وسیع علمی حلقہ رکھنے کی وجہ سے فوری بدلہ نہ لے سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے بہ ہزار صبر تاخیر سے کام لیا اور بالآخر اس نے فیصلہ کیا کہ ان کو قضا کا عہدہ پیش کیا جائے۔

امام صاحب کا اختیار عزیمت:

اس طرح اس کے لئے امام صاحب کے طرف سے انکار اور اقرار دونوں صورتوں میں فائدہ تھا۔ انکار کے صورت میں اس انکار ہی کو جواز بنا کر سزا دینے کا موقع ہاتھ آتا اسے یقین تھا کہ آپ انکار ہی کریں گے کیونکہ آپ نے امویوں کے دور میں انہی اسباب وعلل کے وجہ سے قضا سے انکار کیا تھا جو کہ اب انہی عباسیوں میں بھی بدرجہ اتم موجود تھیں اور قبول کرنے کی صورت میں امام صاحب اپنا مقام کھوتے اور عباسیوں کی کرسی کے مضبوطی کا سبب بنتے تھے۔ اور آپ کی گذشتہ کاوشوں کی نفی ہوتی اور عباسی حکومت کو ایک مضبوط اور بے باک ناقد سے نجات ملتی۔ چنانچہ آپ کو بغداد طلب کیا گیا اور قضاء کا عہدہ پیش کیا گیا۔ حسب توقع انکار فرمایا یہیں سے انتقام وابتلاء کا آغاز ہوا جو آپ کی شہادت پر ہی ختم ہوسکا۔

بعض حضرات کا اعتراض کہ اگر منصور کو آپ کے حضرات محمد ذوالنفس الزکیہ وابراہیم بن عبداللہ کی حمایت پر ناراضگی تھی تو فوری سزا کیوں نہیں دی پانچ سال کا انتظار کیوں کیا۔تو ان سے عرض ہے کہ اگر فی الفور کاروائی ہوتی حکومت کیطرف سے تو یہ انکا اپنے پاؤں میں کلہاڑی مارنے کے موافق ہوتا اور حالات پھر ان کے سنبھالے نہ سنبھلتا اور تاخیر کی ایک اور وجہ منصور خود کو الزام سے بچانا تھا۔

دوسری بات اموی دور میں سیدنا زید کی حمایت اور ان کی شہادت ۱۲۲ھ میں پیش آئی لیکن امویوں کے طرف سے ابتلا اور انتقام کاروائی کے واقعات ۱۳۰ھ میں پیش آیا۔فوری کاروائی سے امام کے اور اہل بیت کے موقف کو قبولیت اور شہرت ملتی اور یہ چیز حکمران قطعاً نہیں چاہتے تھے۔

واضح بات یہ کہ آپ کے شاگردوں خصوصاً امام ابو یوسف اور امام زفر دونوں نے امام صاحب کے ابتلا کا سبب صرف اور صرف اہل بیت کی حمایت بتلایا ہے، آخر کیوں امام صاحب کو حامی اہل بیت لکھنے اور کہنے سے کتراتے ہیں۔

حکمرانوں کی خفیہ تدبیریں/سازشیں:

ظالم وجابر حکمرانوں کا ہی نہیں بلکہ ہر انصاف دشمن طاقت ور کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ مقتدر اور علمی وروحانی طور پر مرجع الخلائق شخصیات کو اپنا ہمنوا بنانے اور ان کو اپنے مخصوص حمایتی شیشہ میں اتارنے کے لئے پہلے انعامات واکرامات اور مختلف بہانوں سے ان کی عزت افزائی سے کام لیتے ہیں جاگیریں ہدایا عہدے وزارتیں کیا کیا انداز ہیں تالیف قلوب کے تاریخ کے اوراق ایسے ہزاروں مثالوں سے بھرے پڑے ہیں اور سچے اور خدا ترس انصاف پسند بزرگوں کا بھی وطیرہ رہا کہ انہوں نے کبھی بادشاہوں سے سیاسی رشوتوں سے کوسوں بھاگنے میں عافیت دیکھی۔

امام صاحب اس وقت بھی منصور سے ہدایا نہ لیتے جب منصور سے تعلقات کشیدہ نہ تھے نہ ہی منصور میں اہل بیت دشمنی تھی لیکن جب اس کی کرتوت سامنے آئے تب یہ کب گوارا ہوسکتا تھا۔

حضرت امام مالکؒ کے بارے میں آتا ہے کہ منصور کے طرف سے آپ کے مؤطا کو ساری ممالک اسلامیہ میں نافذ کروانے کے پیچھے بھی اور اسباب کے علاوہ یہی نامسعود جذبہ بھی کارفرما تھا اس لئے امام مالک نے منصور کو

سختی سے منع کر دیا۔ چنانچہ آگے جا کر دیکھتے کہ وہی منصور جو کل تک امام مالک کے کتاب کو پوری امت مسلمہ کے لئے دستور حیات اور اس کی تعلیم اور اسی پر عمل کو ضروری قرار دلوانا چاہتا ہے وہی ذوالنفس الزکیہ کے خروج کے ایام میں امام مالک کو ان کے حمایت کے جرم میں ابتلاء عظیم اور انتہائی تذلیل کا سر عام نشانہ بناتے ہوئے دکھائی دیتا ہے فلیتدبر!

الغرض پہلی صورت کارگر نہ ہوئی اور جابرانہ ہتھکنڈوں پر اتر آیا اور قضاء پر اصرار کیا اور انکار پر کوڑوں کی بارش ہونے لگی اصرار اور کوڑوں کا تسلسل کئی دن تک رہا اور یہ بات تمام مورخین اور سوانح نگاروں نے لکھا ہے۔ چنانچہ امام ابو زہرہ رحمۃ اللہ حضرت امام اور حکومتوں کے درمیان جاری چپقلش اور اس کے اسباب نپے تلے اور نہایت واضح اور مختصر الفاظ میں بیان کرتے ہیں اور حضرت امام صاحب کی شہادت اور اصلی سبب کے طرف بھی بلیغ اشارہ فرماتے ہیں لکھتے ہیں۔

ثم إنّ أبا حنيفة رضي الله عنهُ قد عرف بمحبته لآل البيت، وإن لم تبلغ درجة التشيع وقدبدت تلكَ المحبة في العهد الأموى، فتعرض لأذى إبن هبيرة، وبدت في العصر العباسي فتكشف ولاء ه لمحمد النفس الزكيه وأخيه إبراهيم وقد نزل به من البلاء بسب ذالك مانزل وإن إتخذ المظهر سبباً آخر ليخفي ذالكَ الباعث[1]

بے شک امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تو حب اہل بیت کے حوالے سے شہرت رکھتے ہیں اگرچہ ان کی محبت اہل بیت پر تشیع کا کچھ رنگ نہ تھا آپ کی اہل بیت سے محبت اموی دور میں بھی کھل کر سامنے آیا اور اس وجہ سے ابن ھبیرہ آپ کے درپے آزار ہوا اور اسی طرح عباسی دور میں آپ کی حضرت محمد ذوالنفس الزکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم سے تعلقات زبان زد عام ہوئے تحقیقاً اس کے بعد امام صاحب کو جو تکلیفیں اور سزائیں پہنچیں وہ اسی حب اہل بیت کے سبب ہے اگرچہ اس کا سبب ظاہری کچھ اور بتایا جاتا ہے تاکہ اس کی اصلی وجہ پردۂ اخفاء میں رہے۔

---

[1] الامام زید ص ۲۳۹

شہادت ایک حقیقت:

آپ کے شہادت اور اسباب شہادت کے لیے شرعی وقانونی وعلمی ثبوت / شہادتیں معتبر اور مستند تاریخوں اور مناقب سے اور مشہور محدث ناقد حفاظ ائمہ ومورخین کے الفاظ کے ساتھ بیان کریں گے چنانچہ امام ابن کثیرؒ اپنی مشہور تاریخ میں منصور کے طریقہ واردات کے طرف لطیف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

ابن کثیر کی شہادۃ

راوده ابوجعفر المنصور فی أن یلی القضاء فامتنع وکان وفاته فی السجن ببغداد[1]

ابوجعفر نے امام صاحب کو عہدہ پیش کر کے پھسلانا چاہا لیکن آپ نے ان کا کیا اور آپ کی وفات بغداد جیل میں ہوئی

اس عبارت کو بغور پڑھیں گے تو آپ پر یہ بات عیاں ہوگی کہ منصور کا قضاء کے پیش کرنے کے پیچھے پوشیدہ مقصد کارفرما تھا وہ اس کے سوا کچھ نہ تھا یا تو امام صاحب کی حمایت کا حصول یا پھر انتقام کے لئے جواز فافہم۔

ابن جوزی کی شہادت

جبکہ مشہور نقاد محدث مفسر ومورخ حافظ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی المعروف ابن الجوزیؒ اپنے مشہور تاریخ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم میں حضرت امام صاحب کے اسباب قید وشہادت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وقیل إنما حبس لأنه تکلم فی أیام خروج إبراهیم علی المنصور فحبس وتوفی۔[2]

کہا جاتا ہے کہ آپ کو ابراہیم کے خروج کے دنوں ان کے حق میں گفتگو کرنے پر قید کیا گیا اور قید میں ہی وفات پائے۔

امام ذھبی کی شہادت

امام محدث مورخ کبیر فن رجال کے سرخیل حضرت امام ذھبی اپنی کتاب العبر میں مختصرا اور اپنی کتاب

---

[1] تاریخ ابی الفداء ص ۲/۵ [2] المنتظم ص ۸/۱۳۳ [3] العبر ص ۱/۲۱۳

مناقب ابی حنیفہ میں تفصیل سے امام صاحب کے اسباب ابتلاء اور قید و شہادت پر روشنی ڈالتے ہیں چنانچہ العمر میں رقمطراز ہیں۔

وقدروی أن المنصور سقاه السمّ فمات شهيداً رحمه الله لقيامه مع إبراهيم۔ [ک]

بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ منصور نے آپکو زہر دیا تھا چنانچہ ابراہیمؒ کے ساتھ دینے کی وجہ سے انہوں نے شہادت کی موت پائی۔

ابن عبدالبر کی شہادت

امام حافظ ابن عبدالبر مالکی اندلسی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہا'' جو کہ انہوں نے امام مالکؒ امام شافعیؒ امام ابو حنیفہؒ کے حالات زندگی پر لکھا ہے یہ کتاب قدیم اور مستند ترین کتاب متصور ہوتی ہے میں حضرت امام زفرؒ اور امام ابو یوسفؒ دونوں کی روایتیں تفصیل سے نقل کی ہیں جن میں اسباب وعلل کھل کر سامنے آ گئے ہیں لکھتے ہیں امام زفر بن ہذیلؒ نے فرمایا۔

كان أبو حنيفه يجهر بالكلام أيّام ابراهيم بن عبدالله بن حسن جهاراً شديداً قال فقلت له والله ماأنت بمنتهٍ أو توضع الحبال في أعناقنا. فلم نلبث أن جاء كتاب أبي جعفر إلى عيسىٰ بن موسىٰ: أن أحمل أبا حنيفة إلى بغداد قال: فغدوت إليه فرايته راكبا على بغلة وقد صار وجهه مسوداً كأنه مسخ قال: فحمل إلى بغداد، فعاش خمسة عشر يوما. قال: فيقولون إنه سقاه، وذالك في سنة خمسين ومأة. ومات أبو حنيفة وهوابن سعين۔ [ل]

امام ابو حنیفہؒ ابراہیم بن عبداللہؒ کے ایام خروج میں شدید اعلانیہ تائید کرتے تھے میں نے امام ابو حنیفہؒ سے کہا کہ آپ اس وقت تک نہیں رکیں گے جب تک کہ ہمارے گردنوں میں رسیاں نہ ڈلوائیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ابو جعفر کا پیغام عیسےٰ بن موسیٰ کو آیا'' کہ

ل الانتقاء ص ۳۲۳

امام ابو حنیفہ کو بغداد پہنچاؤ'' میں آپ کے پاس آیا تو آپ ایک خچر پر سوار تھے آپ کا چہرہ مبارک سیاہ ہو چکا تھا۔ پس آپ کو بغداد لیجایا گیا وہاں آپ پندرہ دن حیات رہے۔ آپ کے بارے ان دنوں کہا جاتا تھا کہ آپ کو زہر پلایا گیا ہے وہ ۱۵۰ ہجری کا سال تھا اور امام صاحب کی ۷۰ سال کے عمر کے تھے۔

اور حضرت امام ذہبی نے مناقب ابی حنیفہ میں یہی روایت اس بھی واضح الفاظ کے ساتھ نقل ہے روایت سے شروع ہوتے ہیں کان یجھر فی أمر إبراھیم [1] آپ حضرت ابراہیم کے بارے میں اعلانیہ حمایت کرتے اور اس روایت کے الفاظ اور سیاق وسباق سے یہ بات بھی واضح ہو رہا کہ منصور نے اپنے گورنر کو حکم بھیجا کہ ابو حنیفہ کو گرفتار کر کے بغداد پہنچاؤ اور واقعی پہنچایا گیا۔ کیا یہ عقل مانتی ہے کہ ایک شخص کو اعلیٰ منصب پر فائز کرنے کے لیے پا بجولاں لے جایا جاتا ہو۔ اور امام ابن عبدالبر نے دوسری روایت جو کہ امام یوسف سے نقل کیا ہے اور انہوں نے اس روایت میں امام صاحب کے قید و بند اور شہادت کے اسباب کو مزید واضح بیان کرنے کے ساتھ منصور کے طرف سے امام صاحب کی اہل بیت کے طرف میلان اور حمایت کے بارے میں کئے جانے والے تحقیق کا ایک منفرد واقعہ بھی نقل کیا ہے لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسف نے فرمایا۔

إنما كان غيظ المنصور على أبي حنيفة مع معرفته بفضله أنه لماخرج إبراهيم بن عبدالله بن حسن بالبصرة ذكرله أن أبا حنيفه والا عمش يخاطبانه من الكوفة۔

فكتب المنصور كتابين على لسانه أحدهما إلى الأعمش والآ خرإلى أبي حنيفة۔ من إبراهيم بن عبدالله بن حسن، وبعث بهما مع من يثق به۔

فلما جيئي الأعمش بالكتاب أخذه من الرجل وقرأه، ثم قام فأطعمه الشاة والرجل ينظر، فقال له: ماأردت بهذا قال قل له: أنت رجلٌ من بني هاشم وأنتم كلكم له أحباب، والسّلام وأما أبو حنيفة فقبل الكتاب وأجابه عنه، فلم تزل في نفس أبي جعفر حتى فعل به مافعل۔ [2]

بیشک منصور کی امام ابوحنیفہؒ سے ناراضگی باوجود ان کے فضیلت سے واقف ہونے کے یہ تھی کہ بصرہ سے ابراہیمؒ کے خروج کے ایام میں منصور کو بتلایا گیا کہ کوفہ سے امام صاحب اور امام اعمشؒ ان سے خط و کتابت کررہے ہیں۔

پس منصور نے ابراہیمؒ کے طرف سے دو جعلی خطوط امام اعمشؒ اور امام ابوحنیفہؒ کو لکھا اور اپنے ایک خاص معتبر آدمی کے ساتھ بھیج دیا۔ جب وہ خطوط انہیں پہنچے تو امام اعمشؒ نے وہ خط لیا اور پڑھا۔ پھر کھڑے ہوگئے اور وہ خط بکری کو کھلا دیا اور وہ شخص (قاصد) دیکھ رہا تھا اس نے کہا کہ یہ آپ نے کیا کیا امام اعمشؒ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ آپ بنی ہاشم کے آدمی ہیں اور آپ کے سب احباب ہیں اور سلام کہیں۔ لیکن امام ابی حنیفہ نے اس خط کو قبول کیا اور اس کا جواب لکھ کر دے دیا پس منصور نے اس بات کو اپنے دل میں بٹھالیا یہاں تک کہ جو اس نے کرنا تھا وہ کیا۔[1]

حضرت امام ابو یوسف کی اس روایت نے تمام پردے چاک کردیئے اور حقیقت چودھویں کے چاند کی طرح کھل کر سامنے آگیا۔ اب بھی اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ منصور کو آپ سے عقیدت ہونے وجہ سے قضا پیش کیا پھر آپ ٹل گئے اور اچانک وفات ہوگئی۔ وہ لوگ انجانے خوف سے خوفزدہ ہیں کہ کہیں ہم پر رافضیت کا الزام نہ لگے اسی انجانے خوف ملامت کے سبب کتمان حق کرنے والوں کے لیے۔ امام شافعی کا ارشاد ہے آپ نے فرمایا۔

إن كا ن حب آل محمدٍ رفض فليشهدالثقلين أنى را فض

اگر آل رسول سے محبت کرنا رفض ہے تو تمام انسان اور جنات جان لیں کہ میں رافضی ہوں

یاد رکھنا چاہئے کسی کے ناجائز دعوی سے اپنی وراثتی ملکیت کی چیز پرائی نہیں ہوسکتی اس طرح کسی کے اہل بیت پر دعوی سے وہ ان کے نہیں ہوسکتے اور نہ ہی ہم اہل بیت کو چھوڑ سکتے ہیں۔

سادات کی شہادت امام اعظم کے شہادت کے بارے میں

---

1 مناقب للذهبی ص ۳۱ ج ا الانتقاء ص ۳۲۴

امام ابو طالب یحیی بن حسین الہارونی الحسنی ۔ الافادہ میں فرماتے ہیں

وکان أبو حنیفة یدعوا إلیه سرا یکاتبه ،وکتب إلیه "اذا أظفرك الله عیسی بن موسی وأصحابه فلاتسر فیهم بسیرة أبیكَ فی أهل الجمل أنه لم یقتل المنهزم ولم یغنم الأموال، ولم یتبع مدبراً ولم یذفف علی جریح لأنَ القوم لم یکن لهم فئه، ولکن سر فیهم بسیرته یوم صفین فإنه ذفّف علی الجریح وقسم الغنیمة لأن أهل الشام کان لهم فئة۔ فظفر أبو جعفر فستره وبعث إلیه فأشخصه وسقاه شربة فمات منها ودفن ببغداد[1]

اس روایت میں امام صاحب کا بذریعہ خط حضرت ابراہیم کو مشورہ دینا اور اس خط کا منصور کے ہاتھ لگنا اور اس کے سبب آپ کو شہید کرنا واضح کیا گیا ہے۔

امام مناوی کی شہادت

امام زین الدین مناوی اپنی کتاب الطبقات الکبریٰ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے حالات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

أکرهه المنصور علی القضاء فأبی فحبسه حتی مات بالسجن

منصور نے امام اعظم کو قضا پر مجبور کیا تو آپ نے انکار کردیا اس پر اس نے آپ کو قید کر دیا اور جیل میں ہی وفات پا گئے۔

وکان کل قلیل یخرجه،فیهدده، ویتوعده یقول والله ماأنا مامون فی الرضا فکیف فی السخط هکذاحکاه بعضهم فی سبب موته ولکن فی تاریخ الشام مانصه"أخرج أبوالشیخ فی التاریخ بسنده عن زفرقال کان أبوحنیفة رضی الله عنه یجهر أیام إبراهیم بالکلام جهرا فأقول له ماترضیٰ ألا أن توضع الحبال فی أعناقنا فلم یلبث أن جاء کتاب المنصور بأن یحمل إلی بغداد فغدوت إلیه أودعه و هو علیٰ بغلته و قدإسود وجهه حتیٰ صار کانه مسح فحمل إلی بغداد فعاش خمسة عشر

---

[1] الافادہ ص ۳۲ ج الطبقات الکبریٰ ص ۱۲۱/۱

يوما سقاه فقتله سنة خمسين ومائة [2]

تھوڑے وقفے سے آپ کو نکالا اور دھمکایا اور مارا جاتا آپ کہتے کہ میں خوشی میں مامون نہ رہا تو ناراضگی میں کیسے امن سے ہوں گا اس طرح آپ کی موت کا سبب بیان گیا ہے۔لیکن تاریخ شام میں سند کے ساتھ روایت موجود ہے کہ امام زفر ماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ ایام ابراہیم میں کھلم کھلا ان کے حق میں کلام کرتے تھے پس میں نے آپ سے کہا کہ آپ اس وقت تک خاموشی پر راضی نہیں ہوتے جب تک کہ ہمارے گردنوں میں رسیاں نہ ڈالوائیں۔عرصہ نہ گذرا تھا کہ منصور کا خط آیا کہ امام صاحبکو بغداد لایا جائے پس میں آپ کو رخصت کرنے کے لیے حاضر ہوا آپ ایک خچر پر سوار تھے اور آپ کا چہرہ سیاہ ہوگیا تھا چنانچہ آپ بغداد لیجائے گئے پندرہ دن رہے زہر دے کر آپ ۱۵۰ میں شہید کیا گیا۔

امام مناوی کی اس روایت میں تاریخ شام کے حوالے سے امام صاحب کے اسباب شہادت کے ساتھ یہ بھی صاف ہوگیا۔کہ آپ کو باقاعدہ زہر دے کر قتل کر دیا گیا۔

قاضی صیمری کی شہادت

امام محدث کبیر اور مورخ اسلام فقیہہ و قاضی ابی عبداللہ حسین بن علی الصیمری نے اپنی کتاب ''اخبار ابی حنیفہ واصحابہ'' میں ہو بہو یہی روایت نقل کی ہے اور ابو نعیم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے فرمایا

فسقى شربة فمات منها [1]

ان کو ایک پینے کی چیز پلائی گئی اس سے آپ کا انتقال ہوا

امام موفق مکی کی شہادت

حضرت امام ابو حنیفہؒ پر سب سے زیادہ تفصیل سے جس نے کتاب لکھی ہے وہ امام محدث مورخ صدر الائمہ ابو المؤید الموفق بن احمد مکی ہیں امام صاحب کے خیالات رجحانات اور حالات زندگی کا بڑا اور معتبر ماخذ امام مکی ہی

---

[1] مناقب صیمری ص ۸۷ [2] مناقب مکی ص ۴۳۸

کی "مناقب ابی حنیفہ" ہے امام موفق نے امام صاحب کے اسباب قید وبند اور رحلت وشہادت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے ایک روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قال یحیی بن النضر: لم یشکوا أن أبا حنفیة سقی السم فمات [2]

یحیٰ بن نضر نے کہا کسی نے اس میں شک نہیں کیا کہ امام ابو حنیفہ کو زہر دیا گیا پس شہید ہو گئے۔

ایک اور روایت میں اسباب عداوت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان ابراهیم بن عبدالله خرج یدعی الخلافه بالبصرة فبلغ المنصور ان الاعمش و ابا حنیفه کتبا کتابا الی ابراهیم فکتب المنصور کتابین من لسان ابراهیم الی الاعمش والی ابی حنیفة فجاوا بالکتاب الی ابی حنیفة رحمه الله فاخذه قبله فاتهمهٔ فسقاه السم فأخضر وجهه ومات من ذالك [1]

بے شک ابراہیم بن عبداللہ نے بصرہ سے اپنے خلافت کی دعوت کے ساتھ خروج کیا منصور کو خبر ملی کہ امام اعمش اور امام ابو حنیفہ دونوں نے حضرت ابراہیم کو خط لکھے ہیں تو منصور نے ابراہیم کی زبان میں ان دونوں کو خط لکھا اور وہ خط ابو حنیفہ کے پاس لائے تو انہوں نے خط لیا اور جواب دیا اس پر منصور نے امام صاحب پر الزام لگایا چنانچہ آپ کو زہر پلایا آپ کا چہرہ سبز ہوا اور اسی سے وفات پا گئے

نیز صفحہ ۴۲۸ پر امام زفر سے مروی روایت ہے جس میں وہ واقعہ واسباب بیان کئے ہیں جو حافظ ابن عبدالبر اور دیگر حضرات نے نقل کئے ہیں۔

امام بن حجر مکی کی شہادت

امام حافظ ابن حجر مکی ہیتمی الخیرات الحسان فی مناقب النعمان میں تیسرا سبب کے عنواں سے لکھتے ہیں

"بعض لوگوں نے کہا ہے کہ صرف عہدہ قضاء سے انکار پر یہ قتل نہیں ہوا بلکہ امام

---

[1] مناقب مکی ۴۳۸

ابو حنیفہؒ کے دشمنوں نے خلیفہ کو ابھارا کہ بصرہ میں ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علیؑ نے بغاوت امام صاحب کے کہنے پر کی ہے اس سے خلیفہ ڈرا اور اس کو اطمینان نہیں ہو رہا تھا اور یہ کہ امام صاحب نے ان کی مالی قوت بھی بڑھائی ہے۔ خلیفہ ڈرا کہ کہیں خود امام صاحب ان کی طرف مائل نہ ہو جائیں کیونکہ امام ابو حنیفہؒ وجیہ چہرہ والے تھے اور بہت بڑے مال دار تھے اس لئے ان کو بغداد بلوایا۔ بلاوجہ قتل نہ کر سکتے تھے اس لئے ان کو عہدہ قضاء پیش کیا۔ حالانکہ خلیفہ کو معلوم تھا کہ وہ قبول نہیں کریں گے لیکن صرف اس وجہ سے تاکہ قتل کا کوئی بہانہ ہاتھ آئے"[1]

ابن حجر رحمۃ اللہ کے ان واضح اور دوٹوک جملوں کے نقل کرنے کے بعد حقیقت پوری طرح منکشف ہوگئی ہے۔

امام کردری کی شہادت

امام و حافظ کردری نے بھی پورے شرح و بسط کے ساتھ اسباب و علل اور واقعہ شہادت کو بیان کیا ہے۔ جس میں انہوں نے آپ کے ساتھ منصور کی عدوات اور اس کے سبب پہنچنے والے ابتلاء کا بنیادی سبب امام صاحب کی حضرت ابراہیم کی حمایت لکھی ہے اور آپ کو جیل میں زہر دیکر شہید کئے جانے کو یقینی و سچی روایت لکھا ہے۔

امام صاحب کو حق گوئی اور منصور پر بے لاگ تنقید سے منصور جتنا زچ تھا اور خوف زدہ رہتا تھا وہ خود منصور کے زبان سے نقل کرتے ہیں۔ جب امام صاحب شہید ہوئے اور جنازہ کے بعد ان کی تدفین کا مسئلہ آیا تو آپ کی وصیت پیش کی گئی آپ نے وصیت کی تھی کہ میری وفات کی صورت میں میری تدفین احاطہ خیرزان میں کی جائے چنانچہ وہیں دفن کی گئی بعد میں منصور آپ کی قبر پر حاضر ہوا اور نماز پڑھی تو آپ کی وصیت کے متعلق اسے پتہ چلا تو کہا۔

قال من یعذرنی منه حیا و میتا ۔[2]

کون مجھے بچائے اس سے اس کی زندگی میں اور موت کے بعد بھی۔

---

[1] خیرات الحسان ص ۲۵۰ [2] مناقب کردری ۳۰۳

دراصل جہاں لوگ انہیں دفن کرنا چاہتے تھے وہ منصور کی غصب کردہ قطعہ اراضی تھی اور دریا کے دوسرے کنارے والی جگہ مغصوبہ زمین نہ تھی ۔ اس واقعہ سے بھی امام صاحب کا تقوی اور احقاق حق کتنا عیاں وبیاں ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہ منصور آپ سے کتنا رنجیدہ اور نالاں تھا۔

حضرت امام صاحب پر لوگوں کی ایک کثیر جماعت نے آپ کے مناقب و حالات پر ضخیم تصنیفات لکھی ہیں اور ہم نے ان میں سے مستند اور قدیم معتبر ترین کتب مناقب سے حقائق لاکر آپ کے سامنے پیش کر دیئے ہیں اب یہ حقیقت جو کل تک چھپائی گئی یا اس کو واضح وبیان کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اب آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور واضح ہوگیا ہے اللہ ہمیں حضرت امام صاحب کی صحیح تقلید کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی سی عقیدہ استقلال فکر اور استقامت علی الحق عطا فرماوے۔

حدیث ثریا کا سچا مصداق رشد وہدایت کا چراغ مثل آفتاب استقامت کا پہاڑ امت مسلمہ کا سچا محسن شیدا اہل بیت امام اعظم ابو حنیفہؒ منصور کی جیل میں رجب یا شعبان میں ۱۵۰ھ میں بغداد میں سجدے کی حالت میں انتقال فرمایا۔

قاضی حسن بن عمارہ نے غسل دیا اور کثرت اژدھام سے کئی مرتبہ جنازہ پڑھا گیا۔

(جزی اللہ تعالیٰ عن سائر المسلمین)

فہرست مراجع ومصادر

نمبر شمار	نام کتب	موضوع	نام مصنف
۱	قرآن مجید		
۲	الجامع الأحکام القرآن	تفسیر	الامام القرطبی المالکی
۳	تفسیر مظہری	//	مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی
۴	تفسیر القرآن العظیم	//	الامام عماد الدین اسماعیل بن کثیر (۷۷۴)
۵	جامع المسانید	حدیث	ابو المؤید الخوارزمی
۶	ریاض الصالحین	//	امام شرف الدین محمد بن ذکریا النووی
۷	سنن ترمذی	//	امام محمد بن عیسیٰ الترمذی ۲۷۹
۸	سنن ابی داؤد	//	امام ابی داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی الازدی ۲۷۵
۹	سنن نسائی	//	امام احمد بن علی النسائی ۳۰۳
۱۰	سنن ابن ماجہ	//	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی
۱۱	سنن بیہقی	//	امام احمد بن حسین البیہقی ۴۵۸ھ
۱۲	سنن دار قطنی	//	ابو الحسن علی بن عمر الدار قطنی
۱۳	مسند ابو یعلی الموصلی	//	الحافظ احمد بن علی بن مثنی التمیمی ۳۰۷ھ
۱۴	مسند احمد	//	امام احمد بن حنبل
۱۵	مسند الفردوس	//	الحافظ شہردار بن شیرویہ الدیلمی ۵۵۸ھ
۱۶	مجمع الزوائد منبع الفوائد	//	الحافظ علی بن ابی بکر الہیثمی
۱۷	معجم الکبیر	//	سلیمان بن احمد الطبرانی ۳۶۰ھ
۱۸	صحیح البخاری	//	امام ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری الجعفی

نمبر شمار	نام کتب	موضوع	نام مصنف
۱۹	صحیح المسلم	〃	ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری
۲۰	موطا امام محمد	〃	الامام محمد بن الحسن الشیبانی
۲۱	کتاب لآ ثار	〃	〃 〃
۲۲	شرح عقیدۃ الطحاویہ	عقائد	الامام ابن ابی العز الحنفی
۲۳	شرح الفقہ الاکبر	〃	امام ملاعلی قاری الھروی
۲۴	شرح عقیدہ واسطیہ	〃	امام ابن تیمیہ/محمود خلیل ھراس
۲۵	عقیدۃ الحنیفیہ	عقائد	محمد صبور بخاری
۲۶	الافادۃ فی تاریخ الائمۃ السادۃ	تاریخ / مناقب	الامام یحیٰی بن حسین الھارونی الحسنی (۴۲۴م)
۲۷	الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء	〃	الامام یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر المالکی القرطبی (۴۶۳)
۲۸	الاستجلاب	〃	الامام شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی (۹۰۲)
۲۹	الامام زید	〃	امام ابوزھرہ
۳۰	الامام الصادق	〃	〃 〃
۳۱	الامام زید بن علی المفتری علیہ	〃	شریف الشیخ صالح احمد الخطیب
۳۲	أخبار ابی حنیفۃ و اصحابہ	〃	الامام قاضی ابی عبد اللہ حسین بن علی الصیمری (۴۳۶)
۳۳	أبوحنیفۃ	〃	الامام محمد ابوزھرہ
۳۴	الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفہ النعمان	〃	الامام أحمد ابن حجر ھیثمی المکی

نمبر شمار	نام کتاب	موضوع	مصنف
۳۵	الصواعق المحرقہ	//	// //
۳۶	الزیدیہ	//	احمد محمود صبحی
۳۷	العبر فی خبر من غبر	//	الامام محمد بن احمد شمس الدین الذھبی (۷۴۸)
۳۸	المنتظم فی تاریخ الملوک والامم	//	الامام ابوالفرح عبدالرحمن بن علی ابن الجوزی (۵۹۷)
۳۹	الشافعی	//	امام محمد ابوزہرہ
۴۰	ابن حنبل	//	// //
۴۱	الکواکب الدریہ فی تراجم السادۃ الصوفیہ	//	الامام زین الدین المنادی
۴۲	البدایہ والنھایہ	//	الامام عماد الدین اسماعیل بن کثیر (۷۷۴)
۴۳	انھج المسھل الی مباحث لآل والاصل	//	مولانا موسیٰ خان روحانی البازی
۴۴	تبییض الصحیفۃ فی مناقب ابی حنیفہ	//	الامام جلال الدین السیوطی
۴۵	تذکرہ	//	مولانا ابوالکلام آزاد
۴۶	تذکرۃ الحفاظ	//	الامام محمد احمد شمس الدین الذھبی (۷۴۸)
۴۷	سیرۃ ابن اسحاق	//	الامام محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المدنی (۱۵۱)
۴۸	شوق حدیث	//	مولانا سرفراز خاں صاحب، صفدر
۴۹	سیرت ائمہ اربعہ	//	قاضی اطہر مبارک پوری

نمبر شمار	نام کتاب	موضوع	مصنف
۵۰	ثورۃ زید بن علی	〃	ناجی حسن
۵۱	تاریخ بغداد	〃	الحافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیب
۵۲	تاریخ طبری	〃	الامام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری (۳۱۰)
۵۳	مالک	〃	الامام محمد ابوزھرہ
۵۴	درر السحابہ فی مناقب الصحابہ والقرابہ	〃	الإمام محمد بن علی الشوکانی
۵۵	کتاب الشفاء	〃	قاضی عیاض المالکی
۵۶	کتاب الام	〃	الامام محمد بن ادریس الشافعی
۵۷	فرائد السمطین	〃	شیخ الاسلام ابراھیم بن محمد بن المؤید الجوینی الخراسانی (۷۳۰)
۵۸	مکتوبات مجدد الف ثانی	〃	شیخ احمد سرہندی
۵۹	مناقب ابی حنیفہ	〃	الامام شمس الدین محمد بن احمد الذھبی
۶۰	مناقب ابی حنیفہ	〃	الامام الموفق بن احمد المکی (۵۲۸)
۶۱	مناقب ابی حنیفہ	〃	الامام حافظ الدین ابن البزاز المعروف بالکردری (۸۲۷)
۶۲	مقاتل الطالبیین	〃	الامام ابو الفرج علی بن حسین الاموی القرشی (۳۵۶)
۶۳	مناقب علی والحسنین وامھما فاطمۃ الزھراء	〃	الدکتور عبد المعطی امین قلعجی

مصنف	موضوع	نام کتاب	نمبر شمار
مولانا سید احمد حسن سنبھل چشتی	〃	مناقب فاطمیہؑ	۶۵
مولانا مناظر احسن گیلانی	〃	امام اعظم ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی	۶۶
القاضی العلامہ شرف الدین الحسین بن السیاغی	〃	الروض النظیر شرح مجموع الفقہ الکبیر	۶۷
مولانا اشرف علی تھانوی	〃	البدائع	۶۸
امام ابوبکر الجصاص	〃	احکام القرآن	۶۹